عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۱۸ تا ۲۴/ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷/اگست ۲۰۱۸ء | شمارہ ۲۹

توہینِ رسالت کے خلاف بیداری کا مظاہرہ کیا جائے

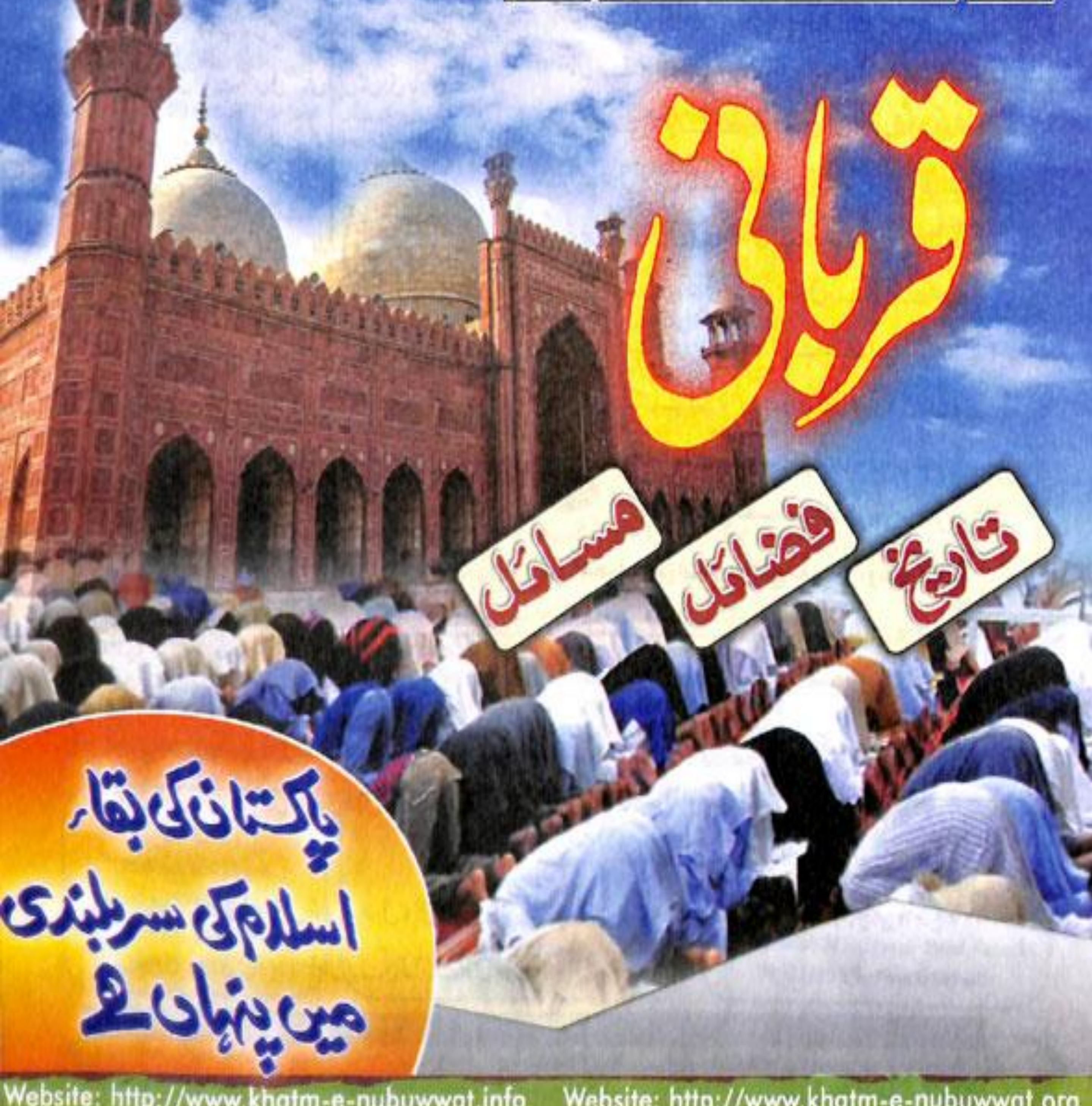

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

تفویضِ طلاق کا حکم

س:...... جناب عالی عرض ہے کہ ہمارے پاس تصدیق تفویض طلاق کا ایک کیس آیا ہے، جس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے:

۱:... سیّد وسیم ساجد ولد سیّد محمد ساجد ساکن A-20 میو گارڈن لاہور۔ (شوہر)

۲:... ریشم فاطمہ شہربانو علوی بنت حسن جمیل علوی مکان 194 بلاک PECHS-2 کراچی۔ (بیوی)

☆...... مندرجہ بالا فریقین کے درمیان نکاح بتاریخ 27 رفروری 2016ء کلفٹن کراچی میں انجام پایا اور اسی روز رخصتی بھی عمل میں آئی۔

☆...... نکاح نامہ کی شق نمبر 18 کے مطابق شوہر نے بیوی کو تفویضِ طلاق کا حق دیا، بغیر کسی شرط کے۔

☆...... فریقین کے درمیان اختلافات کے باعث مؤرخہ 21 رمارچ 2018ء کو اپنا تفویضِ طلاق کا حق استعمال کرتے ہوئے طلاق نامہ میں بیوی نے تحریر کیا کہ میں تمہیں طلاق دیتی ہوں۔

براہِ مہربانی تصدیق طلاق کے لئے ہماری راہنمائی فرمائیں کہ آیا اس طرح طلاق ہوگئی ہے یا نہیں اور بیوی طلاق کے الفاظ کس طرح تحریر کرے گی؟

ج:...... صورتِ مسئولہ میں شوہر اگر طلاق کا حق بیوی کو تفویض کرے تو بیوی اپنے اس حق کو یوں استعمال کرے گی کہ: ”مجھے جو حق طلاق تفویض ہوا ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے میں اپنے آپ پر طلاق واقع کرتی ہوں“ یا ”اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں“ یا کہے کہ ”میں نے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو طلاق دے دی۔“ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کہنے سے یا تحریر کرنے سے بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر شوہر نے ایک طلاق تفویض کی ہے تو بیوی صرف ایک طلاق واقع کرسکتی ہے اور اگر شوہر نے تین طلاق کا حق تفویض کیا ہے تو پھر بیوی تینوں طلاق واقع کرسکے گی۔ لہٰذا مذکورہ طلاق نامہ میں جو طلاق دینے کی صورت تحریر ہوئی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے رہی ہے، بجائے اپنے آپ کو دینے کے، یہ درست نہیں ہے اور شرعاً اس سے بیوی کو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے:

”(قوله طلقي نفسك) هذا تفويض بالصريح ولايحتاج الى النية والواقع به رجعي، وتصح فيه نية الثلاث۔“ (شامی، ص:۳۱۵، ج:۳)

ایضاً

”وسيذكره الشارح ايضاً هناك انه يقع بقولها انا طالق: لان المرأة توصف بالطلاق دون الرجل“

”عبارة الجوهرة: وان قال طلقي نفسك فقالت انا اطلق لم يقع قياساً واستحساناً ا ه۔“ (شامی، ص:۳۱۹، ج:۳)

والله اعلم بالصواب!

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
عالمی مجلس

جلد: ۳۷ ۱۸تا۲۴رذوالقعدہ۱۴۳۹ھ مطابق کیم تا ۷راگست ۲۰۱۸ء شمارہ:۲۹

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیراعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیراعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

قادیانیوں کو دعوتِ انصاف	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
پاکستان کی بقا اسلام کی سربلندی میں پنہاں ہے	۹	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
قربانی ... تاریخ، فضائل اور مسائل	۱۰	مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی
توہین رسالت کے خلاف بیداری...	۱۵	حضرت مولانا زاہد الراشدی
حج... ایک سعادت اور عبادت (۳)	۱۸	مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی
علماء کرام اور انتخابی سیاست	۲۱	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
معتمد و غیر معتمد تفاسیر (۳۵)	۲۳	مولانا فضل محمد یوسف زئی
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے وفد کا دورہ سندھ	۲۷	رپورٹ: محمد کلیم اللہ نعمان

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ڈالر
فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی: ۲۲۵روپے، سالانہ: ۳۵۰روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

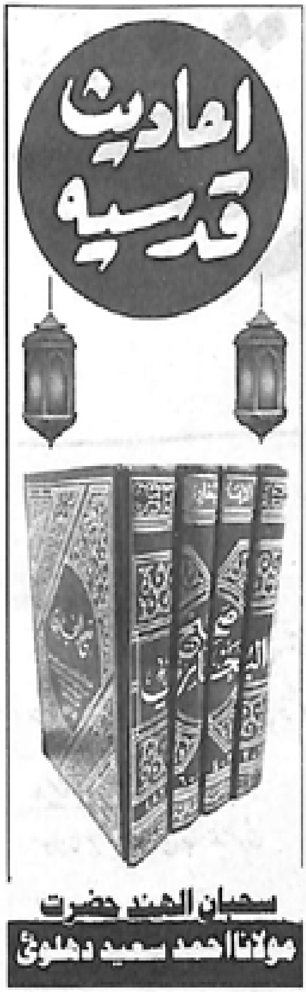

تواضع، تکبر، ظلم اور صلۂ رحمی

حدیث قدسی ۱: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص نے میرے لئے تواضع کی (حضرت عمرؓ نے اپنی ہتھیلی نیچی کرکے دکھائی) میں اس کو بلند کرتا ہوں (پھر اپنی ہتھیلی کو آسمان کی طرف کرکے اونچا کیا اور کہا) اس طرح۔ (بزاز)

یعنی جو میرے لئے تواضع کرتا ہے میں اس کا مرتبہ بلند کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ جب اس روایت کو بیان کرتے تھے تو تواضع کے الفاظ کے ساتھ اپنی ہتھیلی کو جھکاتے جھکاتے زمین سے قریب کردیا کرتے تھے اور جب بلندی کا ذکر کرتے تھے تو ہتھیلی کا رخ آسمان کی طرف پلٹ کر اونچا کردیا کرتے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ اس طرح جو شخص جھکتا ہے خدائے تعالیٰ اس کو اس طرح اونچا کردیتا ہے۔

حدیث قدسی ۲: حضرت عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ اس قدر تواضع اختیار کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔ (الاتحاف السنیہ)

حدیث قدسی ۳: حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عزت میری نیچے کی چادر اور کبریائی میری اوپر کی چادر ہے جو شخص ان چادروں میں مجھ سے کھینچا تانی کرے گا، میں اس کو عذاب کروں گا۔ (مسلم) یعنی یہ دونوں میری مخصوص صفتیں ہیں جو ان کو اختیار کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔

حدیث قدسی ۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے کہ عظمت و کبریائی میرے نیچے اوپر کی دو چادریں ہیں، جو شخص ان میں چھینا جھپٹی کرے گا، میں اس کو آگ میں ڈال دوں گا۔ (ابن حبان)

حدیث قدسی ۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا پھر جب خلقت کو پیدا کرچکا تو رحم (بچہ دانی) کھڑا ہوا اور اس نے فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ٹھہر! اس نے عرض کیا: یہ اس پناہ مانگنے والے کی جگہ جو قطع رحمی یعنی رشتہ توڑنے سے پناہ مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ میں اپنی رحمت سے اس کو ملاؤں جو تجھ کو ملائے اور اس کو قطع کروں جو تجھ کو قطع کرے؟ رحم نے عرض کیا: میں راضی ہوں۔ فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ (بخاری)

جماعت کی نماز

س:...... باجماعت نماز کی ادائیگی کی صورت میں صفیں بنانے کے متعلق شریعت کیا راہنمائی کرتی ہے؟

ج:...... اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو تو وہ امام کی سیدھی طرف امام سے ایک قدم پیچھے کھڑا ہوکر اقتدا کرے گا، اگر دوران نماز جماعت کی نماز میں شامل ہونے کے لئے مزید افراد آئیں تو اس پہلے مقتدی کو جو امام کے سیدھی طرف کھڑا ہے اسے امام کے پیچھے نمازہی کی حالت میں لے آیا جائے گا اور بقیہ لوگ بھی اس کے ساتھ امام کے پیچھے صف میں کھڑے ہوں گے، پہلی صف میں جتنی گنجائش ہو اس کے مکمل ہونے کے بعد ہی دوسری صف بنائی جائے گی، اسی طرح بقیہ صفیں۔ اگر پہلی صفوں کے مکمل ہونے کے بعد کوئی اکیلا آدمی باقی بچ جائے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اگلی صف کے کونے میں سے ایک نمازی کو اپنے ساتھ دوران نماز، نماز ہی کی حالت میں پیچھے لے آئے، اگر کسی قسم کے جھگڑے یا ناخوشگوار واقعے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں اکیلا ہی پچھلی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، اگر نماز کے شروع ہوتے وقت ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو نماز شروع کرنے سے قبل امام صاحب کو مقتدیوں سے یہ کہنا چاہئے کہ صفیں سیدھی کرلیں، یعنی آگے پیچھے نہ کھڑے ہوں، ایک صف میں سارے ہی ایک طرف کھڑے ہوں، جس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ صف کے آخری سرے پر ہر مقتدی دوسرے مقتدی کے ساتھ ایڑیاں ایک سیدھ میں رکھ کر کھڑا ہو، اس طرح آسانی سے صف بھی سیدھی ہوجائے گی۔ صفوں کے درمیان احناف کے نزدیک مقتدیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ پیر سے پیر ملانا ضروری نہیں ہے، بس دو مقتدیوں کے درمیان خلا نہ ہونا کافی ہے، نیز ایک مقتدی کے لئے چاہے وہ اکیلے نماز پڑھ رہا ہو یا جماعت کے ساتھ دونوں پیروں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ کافی ہے، زیادہ سے زیادہ فاصلے کے لئے اپنے پیروں کو پھیلانا احناف کے نزدیک غیر ضروری ہے۔

س:...... امام صاحب کو امامت کراتے ہوئے مقتدیوں کے کس جانب کھڑا ہونا چاہئے، نیز مقتدیوں کو امام صاحب کے پیچھے کس طرف سے صف بنانی شروع کرنی چاہئے؟

ج:...... امام صاحب کو امامت کرانے کے لئے مقتدیوں کی صفوں کے آگے درمیان میں کھڑا ہونا چاہئے تاکہ سیدھی اور الٹی طرف کی صف برابر بنے، کسی طرف لمبی اور کسی طرف چھوٹی نہ رہ جائے، مقتدیوں کو بھی اپنی صفیں امام کے پیچھے درمیان ہی سے شروع کرنی چاہئیں، شروع ہوجانے والی صف میں بعد میں آنے والے نمازی سیدھی اور الٹی طرف جڑتے جائیں۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

سابق قادیانی عکرمہ نجمی کا قبولِ اسلام اور

قادیانیوں کو دعوتِ انصاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا انتظام ہے کہ جس نے بھی قادیانیت کو تعصب کی عینک لگائے بغیر سمجھنے اور پرکھنے کے لئے پڑھنے کی کوشش کی، تو قادیانیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا اصل روپ اور چہرہ کھل کر سامنے آ گیا۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ شخص مکار، دروغ گو اور جھوٹا تھا، اس نے اپنی فاسد اغراض کی خاطر یہ سب ڈھونگ رچایا۔ اس لئے تمام قادیانیوں سے ہماری خیر خواہانہ درخواست ہے کہ وہ قادیانیت کو پڑھیں اور اس کو سمجھنے کی کوشش کریں، ان شاء اللہ! جناب عکرمہ نجمی صاحب کی طرح وہ قادیانیت پر دو حرف بھیج کر اسلام قبول کرلیں گے۔ لیجئے! جناب عکرمہ نجمی صاحب کی انصاف پرمبنی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

قادیانیوں کے انگلینڈ مرکزی مرکز کے فلسطین سے تعلق رکھنے والے عربی نائب امام اور مؤذن عکرمہ نجمی نے مرزائیت سے توبہ تائب ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ میں دنیا بھر میں اپنے سب احمدی دوستوں کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ احمدیت (قادیانیت) کے بانی (مرزا غلام احمد) کے بارے میں مجھ پر یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ایک جھوٹا اور بداخلاق انسان تھا، اور اس کی جماعت (قادیانیت) اس کے بعد مسلسل جھوٹ، گمراہی اور کھوٹے پیمانہ پر قائم ودائم ہے۔ ہر آدمی کے لئے یقیناً یہ بات باعث صدمہ ہوگی کہ وہ (بحث وتحقیق کے بعد) اس نتیجہ پر پہنچے، لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں، کہ ہم اب اپنی اگلی نسل کو شھادۃ الزور کی بنیاد پر مزید خیانت اور گمراہی کے راستہ میں چھوڑ کر، انہیں مزید مصیبتوں کے ولدل میں دھکیل دیں۔

احمدیت (قادیانیت) کے ساتھ میرا گزرا ہوا یہ زمانہ جو ولادت سے لے کر اب تک تقریباً نصف صدی پر مشتمل تھا، اسکے آخری ایام میں، مَیں عالم عرب کے مختلف ممالک میں جماعۃ احمدیہ (قادیانیت) کا مرکزی ذمہ دار تھا، اور نئے مبایعین کی ذمہ داری بھی مجھ پر تھی، اور اسی طرح کچھ دوسری ذمہ داریاں بھی میرے سپرد تھیں، اور اس سے پہلے عربی چینل کے ڈائریکٹر کی نیابت، اور دوسرے فرائض بھی انجام دے رہا تھا۔

میں پیدائشی احمدی (قادیانی) ہوں، اور میرے نانا کبابیر (فلسطین) میں عودہ خاندان کے سب سے پہلے قادیانی تھے، جو تقریباً 90 سال قبل قادیانی ہوئے، میں نے جب ہوش سنبھالا، اور دین کی طرف متوجہ ہوا، تو میں نے اس جماعت کی تعلیمات کو بغور پڑھا، اور دل وجان سے ان تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا، اور کبابیر میں کافی عرصہ اس جماعت کا مرکزی رکن رہا، پھر جب 2007م میں لندن منتقل ہوا، تو لندن مرکز میں تقریباً ایک سال کام کرتا رہا، اور میں مرزائی خلیفہ کے بہت مقربین میں سے تھا، اور ان کی عبادت گاہ کا مؤذن بھی رہا، اور نائب امام کے فرائض بھی انجام دیتا رہا۔

بلاشبہ آپ انتہائی کٹھن صورتحال سے اس وقت گزر رہے ہوتے ہیں جب آپ کسی جماعت کی آغوش میں آنکھیں کھولیں، اور پھر اس کی خدمت میں دل وجان ایک کردیں، اور اس کام سے عشق کی حد تک لگاؤ ہوجائے، اور اس کی خدمت کے خاطر آپ اپنی پوری زندگی صرف کردیں، اس گمان میں کہ یہ کام اللہ اور حق

مبین کے لئے ہورہا ہے، لیکن پینتالیس سال گزارنے کے بعد آپ کو یہ اندازہ ہو کہ یہ جماعت پہلے دن سے ہی جھوٹ وفریب کی بنیاد پر قائم تھی، اور یہ جماعت نہ اسلام کے لئے کوئی خدمات سرانجام دی رہی ہے، نہ انسانیت کی ترقی کے لئے، بلکہ یہ صرف اپنی ذات اور جماعت کی مصلحت کے لئے اپنی قوت صرف کررہی ہے۔

بہر حال! میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ، جس نے غیر جانبدارانہ بحث وتحقیق کے بعد، محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اس جماعت سے نکلنے میں میری مدد فرمائی، اور اب میں یقین کے اس مرحلہ پر پہنچ چکا ہوں کہ اب میں اپنی یہ ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی گواہی اور اس جماعت کے ساتھ گزارا ہوا اپنا تجربہ لوگوں سے شیئر کروں، شاید اللہ تبارک وتعالیٰ ان قابل قدر اور مخلصین لوگوں کو احمدیت سے نجات حاصل کرنے میں مدد فرمائیں، جو اس جماعت کی اصلیت سے ناواقف اور بے خبر ہیں، یا ان کے اندر اس جماعت کی حقیقت کا سامنا کرنے کی صلاحیت نہیں، یا وہ لوگ جو اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتے۔

میں کافی عرصہ سے اس بات کو نوٹ کررہا تھا کہ یہ جماعت بانی طاہر صاحب کی باتوں کا حقیقت پسندانہ جواب نہیں دے پا رہی، چنانچہ مرزائی خلیفہ نے ایک دن اس بارے میں میری رائے لی، تو میں نے کہا: درحقیقت ان کی باتوں کا دنداں شکن جواب نہیں دیا جارہا، تو خلیفہ نے کہا کہ آپ بحث وتحقیق کریں اور ان کا جواب دیں، چنانچہ میں نے بحث وتحقیق کرنے کا تہیہ کرلیا، مگر پھر ندامت ہوئی اور بحث وتحقیق کا ارادہ ترک کرنا چاہا، مجھ پر اس بات کا خوف وقلق طاری تھا کہ اگر واقعی تمہاری جماعت جھوٹی ثابت ہوگئی، تو تم کیا کروگے؟ اور اگلی زندگی کا کیا لائحہ عمل ہوگا؟ اور ان دوستوں کا کیا ہوگا جنہیں تم نے اس جماعت کا حصہ بنایا تھا؟ اور اپنے اہل خانہ واقارب اور بچوں کا سامنا کیسے کروگے؟ انہیں یہ سب حقائق کیسے بتاؤگے؟ اور ان کا ردعمل کیا ہوگا؟ اور ان پر اس کے کیسے نفسیاتی اثرات مرتب ہوں گے؟

اس کے بعد دعا کا سلسلہ شروع ہوا، اور میں نے اپنے رب سے یہ معاہدہ کرلیا کہ میں صرف حق وسچ کا ساتھ دوںگا، اور حق کو تھام لوں گا چاہے مجھے اس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے، کیوں کہ آخر میں مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مطلوب ہے، چنانچہ اس دوران میں بہ کثرت اس دعا کا ورد کرنے لگا: (اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَه، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ)۔ (ترجمہ: اے اللہ! ہمیں حق کو حق سمجھنے، اور اسے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو باطل سمجھنے، اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما)۔

اس کے بعد بحث وتحقیق، اور دردناک قصوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا، اس دوران میں ہمیشہ کرب کی صورتحال سے گزرا، کیوں کہ مجھے میرے من کی بات کہیں بھی نہ ملی، مجھے اس بات کا غم کھائے جارہا تھا کہ عصر حاضر کے سب سے بڑے دھوکہ کا تم حصہ بن چکے تھے۔

مثلاً مرزا قادیانی کی عربیت کے بارے میں سب سے بڑا جھوٹ بولا گیا تھا، حالانکہ اس کی عربی کے اکثر الفاظ ''مقامات حریری'' سے چرائے گئے تھے۔

بحث وتحقیق کی یہ دردناک کہانی اس وقت اپنے انجام کو پہنچی، جب میں نے یہ فیصلہ کیا کہ حقائق کا یہ پلندہ مرزائی خلیفہ کے سامنے رکھا جائے، چنانچہ میں نے ایک تفصیلی خط تحریر کیا، اور ملاقات کا وقت طے ہوگیا، ملاقات سے پہلے میں ایک عجیب کشمکش میں مبتلا تھا، خیر میں نے خط ان کے حوالہ کردیا، جس کا مضمون یہ تھا:

''قابل ستائش وقابل احترام، بعد از سلام!

میں خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ گواہی دے رہا ہوں، کہ میں کبھی بھی یہ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ میں اس کشمکش میں مبتلا ہوجاؤں گا، لیکن مجھے اتنا بڑا دلی صدمہ پہنچا ہے کہ میری صحت پر بھی اس کا بہت برا اثر پڑا۔

آپ کے ساتھ ہم نے زندگی کے بہت خوبصورت اور کٹھن ایام گزارے، ہمارا یہ خواب تھا کہ اس جماعت کے ذریعہ ہم اسلام کی خدمت کریں، ہم اس جماعت کے ساتھ اتنے خوش تھے کہ اس کی خدمت کے لئے ہمہ تن گوش رہتے تھے، اور اس پر من تن اور دھن قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے، ہمارا یہ گمان تھا کہ ہم اللہ کی راہ میں یہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اسی بناء پر ہم احمدیوں کی بہت سی غلطیوں سے صرف نظر کرتے رہے، اور ان سے اچھا گمان قائم کیا، اور یہ صرف اس لئے کہ اس جماعت کے مؤسس اور خلیفہ کو دل وجان سے چاہتے تھے۔

اور ہم نے بہت کوشش کی کہ ان حقائق سے صرف نظر کرتے رہیں جو پچھلے چند ماہ میں ہماری نظر سے گزرتے رہے، لیکن کب تک؟

انسان کب تک اپنی عقل کو دھوکہ دے سکتا ہے؟ ہانی طاہر صاحب کی باتوں کے جوابات حقیقت پسندی سے بالکل عاری، بلکہ سب وشتائم سے لبریز تھے، جس سے یہ صاف ظاہر ہورہا تھا کہ یہ جماعت ایک متکبرانہ اور ظالمانہ سوچ کی حامل ہے، جو لوگوں کی سوچنے کی صلاحیت پر قدغن لگاتی ہے، حالانکہ ہانی طاہر صاحب اخوت ومؤدت، سوچ وفکر، اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کی دعوت دیتے رہے، اور انہوں نے اب تک اپنا یہ طرز جاری رکھا ہوا ہے، حالانکہ بعض لوگوں نے انہیں سب وشتائم کی طرف کھینچنے کی بہت کوشش کی، جو انہوں نے ناکام بنادی، انہوں نے صرف اتنا ہی تو کیا تھا کہ مؤسس جماعت (مرزاغلام احمد) کی (ناجائز) باتوں کو اجاگر کرتے رہے۔

مجھے سب سے زیادہ دکھ اس بات پر ہوا تھا کہ، یہ جماعت اپنے مؤسس کے دفاع میں یکجان نہ ہوسکی، اور ان لوگوں پر یہ کام چھوڑ دیا جو دلی رنجشوں کے مارے ہوئے تھے، اور ہانی طاہر صاحب کی باتوں کا حقیقی رد کرنے سے یکسر عاجز رہے۔

مثال کے طور پر ہانی طاہر صاحب نے ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ اگر سن 1906م میں یہ جماعت چار لاکھ نفوس پر مشتمل تھی، تو سن 1944م میں بھی اس کی تعداد صرف چار لاکھ ہی تھی؟ حالانکہ مرزائی خلیفہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کی تعداد سوگنا بڑھ چکی تھی۔

اسی طرح ہانی طاہر صاحب نے مرزاغلام احمد کی نحوی غلطیوں کی طویل فہرست پیش فرمائی۔

اسی طرح ہانی صاحب نے قرآن وحدیث، اور کتب تفسیر کی طرف ان کے غلط اور مَن گھڑت حوالوں کی فہرست بھی پیش فرمائی۔

اسی طرح انہوں نے ’’اعجاز مسیح‘‘ نامی کتاب کا بھی مدلل رد پیش کیا، اور یہ مطالبہ بھی کیا کہ ایک غیر جانبدارانہ کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس کا فیصلہ کرے۔

لیکن ہماری جماعت ان کی کسی بھی بات کا نہ تو مدلل جواب پیش کرسکی، بلکہ ہر شخص اپنے تئیں نامعقول جواب دینے کی ناکام کوشش کرتا رہا، کسی نے کہا کہ مؤسس نے کبھی ’’مقامات حریری‘‘ پڑھی ہی نہیں، اور کسی نے کہا کہ وہ ’’مقامات حریری‘‘ سے بہت متاثر تھے، اور کسی نے کہا کہ جان بوجھ کر اس کتاب سے اقتباس کیا تاکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرسکیں، جس سے اس جھوٹ کا بخوبی ادراک ہوا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چالیس ہزار عربی الفاظ القا سکھائے گئے تھے، اگر یہ ان کا معجزہ تھا تو ’’مقامات حریری‘‘ سے چوری چہ معنی دارد؟

اور جب ہمیں مؤسس کے بُرے اخلاق اور گندی گالیوں کا علم ہوا، تو ہم بہت ہی صدمہ سے دوچار ہوئے، کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری اولاد یہ باتیں سنیں، اور دنیا میں یہ باتیں نشر ہوں، مثال کے طور پر ایک کتاب میں متواصل ایک ہزار لعنتیں لکھنا، اور ایک شادی شدہ عورت سے شادی پر اصرار کرنا، اور لوگوں کے سامنے بار بار اس بارے میں اعلان شائع کرنا، ہم ان سب باتوں کو ناقابل قبول جرم، اور باعث عار سمجھتے ہیں۔

اسی طرح مؤسس کی باتوں میں خود ازدراء ادیان سے متعلق کافی کچھ مواد موجود ہے، مثال کے طور پر عیسائیت کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ایسا دین ہے جس سے انسان کو تنگی آجائے۔

جہاں تک مؤسس کی غیبی نبوءات کا تعلق ہے، تو یہ بات بہرحال واضح ہے کہ وہ کبھی بھی سچ نہ ہوئیں، بلکہ ہمیشہ ان کے خلاف گئیں، مگر جماعت احمدیہ والے ہمیشہ اس کی غلط تاویلات پیش کرتے رہے، یہاں تک کہ انھیں ان کی نبوءات سے متعلق جھوٹی عبارتیں گھڑنی پڑیں، مثال کے طور پر ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں یہ کہنا: کہ مؤسس نے اکتوبر 1907م کو یہ فرمایا تھا کہ ہم میں سے جھوٹا شخص سچے کی موت کے بعد زندہ رہے گا، حالانکہ اس جھوٹ کا حوالہ تاحال میسر نہ آسکا۔

میری گزارشات:

میں اب بھی یہی امید رکھتا ہوں کہ ہمارے تعلقات پہلے جیسے قائم رہیں گے، لیکن یہ بات میں بتادینا چاہتا ہوں کہ مؤسس جماعت

اپنے دعویٰ میں سچے نہیں تھے، میں اب بھی جماعت احمدیہ کے ساتھ اپنا تعلق اس شرط پر برقرار رکھنا چاہتا ہوں کہ میں مؤسس جماعت کو نہ تو مہدی مانتا ہوں نہ مسیح موعود، بلکہ میں اس جماعت کو اس گڑھے سے نکالنا چاہتا ہوں، بصورت دیگر آپ مجھے اس جماعت سے نکالنے کے مجاز ہوں گے۔

سر! مجھے آپ سے بہت امیدیں ہیں، کیونکہ آپ ہی وہ واحد شخصیت ہیں جن کے پاس احمدیت کا مؤثر حل موجود ہے، آپ چاہیں تو موجودہ احمدیوں اور ان کی اگلی نسل کو اس دلدل سے نکال سکتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں، میرا مشورہ ہے کہ آپ اس جماعت کو نئے منشور سے تبدیل کر کے کوئی جمعیہ خیریہ یا اس طرز پر کوئی نیا پروگرام پیش کریں، اور اس جماعت کو خیر، اور سلامتی پھیلانے والی جماعت میں تبدیل کر دیں، میں اس نئے پروگرام میں آپ کا بھرپور تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں، چاہے اس میں جتنا وقت لگ جائے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ لوگوں کو یکدم اس جماعت کی حقیقت بتانا بہت مشکل ہے، بلکہ اس کے منفی اثرات شاید زیادہ ہوں، لیکن ان حقائق سے پردہ پوشی کر لینا اور بڑا جرم ہوگا، اگر واقعی آپ اس مسئلہ کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو گئے تو یقین جانئے! تاریخ آپ کو سنہرے الفاظ میں یاد کرے گی، اور اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائے گا، اگر میری یہ گزارشات آپ کو قبول ہوں، تو میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔ فقط والسلام''

چنانچہ یہ خط میں نے انہیں حوالہ کر دیا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ نے اس میں کیا لکھا ہے؟ میں جواب دیا: حقیقت تو بہت کڑوی ہے، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اس پریشانی میں مبتلا ہو جاؤں گا، مگر پہلے آپ اسے پڑھ لیں، پھر ہی ہماری میٹنگ ممکن ہے۔

انہوں نے کہا: کیا بات ہے؟ کہیں تم جماعت کو چھوڑنا تو نہیں چاہتے؟ میں نے کہا: پہلے آپ اس مضمون کا مطالعہ کر لیں، میں نے بہت تفصیلی خط لکھا ہے۔

تو انہوں نے کہا: مجھے ایک دو دن کا ٹائم دو، میں پڑھ کر دوبارہ ملاقات کرتا ہوں، مگر تقریباً چالیس منٹ بعد میرا چوکیدار گھبرایا ہوا آیا، اور مجھ سے کہنے لگا: کہ خلیفہ نے آپ کو ابھی اور اسی وقت طلب کیا ہے، چنانچہ میں دوبارہ حاضر ہوا، تو وہاں مجھے یہ جواب ملا: کہ آپ نے مؤسس جماعت کے بارے میں غیر منطقی باتیں کی ہیں، جو ہم کسی صورت قبول نہیں کر سکتے، میں نے آپ کا پورا خط پڑھ لیا ہے، اور میں آپ کو آپ کے کام اور جماعت احمدیہ سے نکالنے پر مجبور ہوں۔

اس طرح بغیر کسی بات چیت، بغیر کسی قیل وقال، اور بغیر کسی اپنی (خود ساختہ) روحانی کرامت دکھائے یہ قصہ تمام ہوا، بلکہ مؤسس جماعت (مرزا غلام احمد قادیانی) کے دفاع میں اپنے کسی اعتقاد کا ذکر تک نہیں کر سکے، بلکہ فوراً مجھے کام سے نکالنے اور جماعت سے الگ کرنے کی دھمکی دیدی۔

میں نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟ انہوں نے کہا: شاید میں بھی وہی کرتا جو تم نے کیا، اس کے بعد میرے ساتھ گالی گلوچ، کردار کشی کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا گیا جو ہر اس شخص کو ہزار دفعہ سوچنے پر مجبور کر دے جو احمدیت سے توبہ کرنے کا خیال بھی اپنے دل میں لانا چاہے، یا وہ کرے جو میں نے کیا، یا حقیقت پسندی سے احمدیت کا جائزہ لینے کی کوشش کرے، اور آزادی کی وہ زندگی جیئے جو میں جی رہا ہوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو حق و سچ قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور انہیں اپنے خاندان، اپنے بچوں، اور عزیز و اقارب کو حق و سچ بتانے کی ہمت عطا فرمائے، اور جھوٹ و منکرات نشر کرنے سے چھٹکارا عطا فرمائے، بلکہ ان پر یہ لازم ہے کہ حق و سچ کو پڑھنے اور سمجھنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں، اور ان کو اللہ تعالیٰ ہر بات کو باریک بینی سے مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام قادیانیوں کو راہ ہدایت اور اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قادیانیت کے دجل وفریب کو ان پر آشکارا ہونے اور اس سے جان چھڑانے کی سعادت نصیب فرمائے، آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

پاکستان کی بقا اسلام کی سربلندی میں پنہاں ہے!

’’گورنر ہاؤس کراچی میں منعقدہ استحکام پاکستان کانفرنس سے کیا گیا خطاب‘‘

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم (امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

قابل صد احترام علماء کرام وحاضرین مجلس!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان فرمایا ہے:

’’اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔‘‘ (المائدہ:۳)

جس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی آخر الزمان ہونے کے ناطے آخری آسمانی ہدایت مذہب اسلام کو سارے عالم میں پہنچانے کے بعد سب کو گواہ بنا کر فرمایا: الاھل بلغت؟ اللّٰھم فاشھد اور امت کے ذمہ لگاتے ہوئے فرمایا: فلیبلغ الشاھد منکم الغائب!

اس عمومی ذمہ داری کے ساتھ اللہ نے خود قرآن حکیم میں فطری تقاضے کے تحت اپنے بندوں کو حکم دیا کہ ہر طبقہ میں سے ایک جماعت حصول دین کے لئے وقف کی جائے، تاکہ وہ دین کی صحیح سمجھ حاصل کر کے اپنی قوم وطبقہ کو رہنمائی فراہم کرسکیں، جس کی بنیاد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور علمائے امت کو اپنا وارث قرار دیا، الحمدللہ! اس وقت سے آج تک علمائے امت نے نہ صرف اس ذمہ داری کو دیانتاً ادا فرمایا جس کی زندہ مثال چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود دین کا اپنی اصلی حالت میں برقرار رہنا ہے، بلکہ اس کے ساتھ امت کے ہر مشکل اور کٹھن وقت میں پہلی صفوں میں موجود رہے، جس کی نظیر ماضی قریب میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور اس کے بعد دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مملکت خداداد پاکستان کا قیام، جس کا بنیادی مقصد لا الہ الا اللہ قرار دیا گیا، جس کا وجود اسلام کے نام پر ہوا جس کا اظہار شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے۔

الغرض! روز اول سے علمائے امت نے قطع نظر کسی خاص مسلک ومشرب کے اپنے فرائض احسن طریقہ سے انجام دیئے، اس حوالہ سے ملکی دینی تعلیمی اداروں کا کردار بھی قابل ذکر سمجھتا ہوں، جنہوں نے قیام پاکستان سے آج تک باوجود ناساعد حالات کے ملک کی تعلیمی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور ہمیشہ وقت اور حالات کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر سے بہتر کے لئے آج بھی کوشاں ہیں، اپنے تمام مقتدر حضرات کو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت سنانا چاہتا ہوں جو دینی تعلیم وتعلم میں مصروف افراد کے حوالہ سے امت کے کردار کو طے کرتی ہے:

’’کن عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامسۃ فتھلک۔‘‘ (طبرانی)

آج بھی اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے علمائے امت جب کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان عالمی دشمنوں کی سازشوں میں گھرا ہوا ہے، ملکی سلامتی کے لئے اداروں کے شانہ بشانہ ملک کی جغرافیائی ونظریاتی سرحدوں پر پہرہ دے رہے ہیں اور پچھلے ڈیڑھ ڈھائی عشرے سے ملک میں جاری شورش کے خلاف تحریری وتقریری جدوجہد میں مصروف عمل ہیں، اور اس نازک وقت میں حتی الامکان وحدت امت کے لئے کوشاں ہیں، جس کی تازہ نظیر پیغام پاکستان کے نام سے تیار کردہ دستاویز ہے، جس میں ملک کے تمام علماء کا وہ متفقہ فتویٰ ہے جس کی رو سے کسی بھی مقصد کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسلح جدوجہد کی کلی ممانعت کی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک ’’الدین النصیحۃ‘‘ کے تحت میں حکومت وقت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس مملکت کا وجود اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوا، اس کی بقاء بھی دین اسلام کی سربلندی میں پنہاں ہے، جو نہ صرف ایک مذہبی فریضہ ہے، بلکہ قرارداد مقاصد اور ۱۹۷۳ء کا آئین قانونی ودستوری طور پر بھی ہمیں اس کا پابند بناتا ہے۔

لہٰذا اس نازک دور میں تمام مسائل کا حل اسلام کی سربلندی میں مضمر ہے، اور مسلح افواج کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے شعار ’’ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ‘‘ کے صحیح مفہوم سے روشناس ہونے کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے جائیں، ان شاء اللہ! کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص سے اپنے اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب کے حامی وناصر ہوں، آمین!

(ماہنامہ وفاق المدارس، شعبان ۱۴۳۹ھ)

قربانی: تاریخ، فضائل اور مسائل

مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی، ریاض

قربانی کی تاریخ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب سچا ہوا کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ جب باپ نے بیٹے کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو فرمانبردار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا جواب تھا:

"یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ۔"

(الصّٰفّٰت:۱۰۲))

ترجمہ: "اباجان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے، اسے کر ڈالئے۔ ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"

بیٹے کے اس جواب کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب مکہ مکرمہ سے ذبح کرنے کے لئے لے کر چلے تو شیطان نے منیٰ میں تین جگہوں پر انہیں بہکانے کی کوشش کی، جس پر انہوں نے سات سات کنکریاں اس کو ماریں جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا۔ آخرکار رضائے الٰہی کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کے ٹکڑے کو منہ کے بل زمین پر لٹادیا، چھری تیز کی، آنکھوں پر پٹی باندھی اور اُس وقت تک چھری اپنے بیٹے کے گلے پر چلاتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا نہ آگئی:

"یَا إِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ٥"

(الصّٰفّٰت:۱۰۴،۱۰۵)

ترجمہ: "اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔"

چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کردیا۔

اس واقعہ کے بعد سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جانوروں کی قربانی کرنا خاص عبادت میں شمار ہوگیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بھی ہر سال قربانی نہ صرف مشروع کی گئی، بلکہ اس کو اسلامی شعار بنایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر جانوروں کی قربانی کا یہ سلسلہ کل قیامت تک جاری رہے گا، ان شاء اللہ!

قربانی کا حکم:

تمام فقہاء وعلماء کرام قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کے اسلامی شعار ہونے اور ہر سال قربانی کا خاص اہتمام کرنے پر متفق ہیں، البتہ قربانی کو واجب یا سنت مؤکدہ کا درجہ دینے میں زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر صاحب حیثیت پر اس کے وجوب کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت امام مالکؒ بھی قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی قربانی کے وجوب کا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے واجب ہونے کے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ البتہ فقہاء وعلماء کی دوسری جماعت نے بعض دلائل کی روشنی میں قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے، لیکن عملی اعتبار سے امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا اہتمام کرنا چاہئے اور وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا غلط ہے، خواہ اس کو جو بھی درجہ دیا جائے۔ "جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل" میں امام احمد بن حنبلؒ کا موقف تحریر ہے کہ اگر کسی شہر کے سارے لوگ قربانی ترک کردیں تو ان سے قتال کیا جائے گا کیونکہ قربانی اسلامی شعار ہے..... صحابہ کرام و تابعین عظام سے استفادہ کرنے والے حضرت امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) کی قربانی کے وجوب کی رائے احتیاط پر مبنی ہے۔

قربانی کے وجوب کے دلائل: قرآن وسنت میں قربانی کے واجب ہونے کے متعدد دلائل ہیں، یہاں اختصار کی وجہ سے چند دلائل ذکر کئے جارہے ہیں:

۱:... اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (الکوثر:۲) "نماز پڑھئے اپنے رب کے لئے اور قربانی کیجئے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قربانی کرنے کا حکم (امر) دیا

ہے، عربی زبان میں امر کا صیغہ عموماً وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ ''وَانْحَر'' کے متعدد مفہوم مراد لئے گئے ہیں مگر سب سے زیادہ راجح قول قربانی کرنے کا ہی ہے۔ اردو زبان میں تحریر کردہ تراجم و تفاسیر میں قربانی کے ہی معنی تحریر کیے گئے ہیں۔ جس طرح ''فَصَلِّ لِرَبِّکَ'' سے نماز عید کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی طرح ''وَانْحَر'' سے قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (اعلاء السنن)

۲:... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔'' (مسند احمد، ۲/۳۲۱، ابن ماجہ۔ باب الاضاحی، واجبۃ ہی ام لا؟، حاکم ۲/۳۸۹)

عصر قدیم سے عصر حاضر کے جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر سخت وعید کا اعلان کیا ہے اور اس طرح کی وعید عموماً ترک واجب پر ہی ہوتی ہے۔

۳:... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے نماز عید سے قبل قربانی کرلی تو اسے اس کی جگہ دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ قربانی نماز عید الاضحیٰ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کرنی چاہئے۔'' (بخاری، کتاب الاضاحی، باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد۔ مسلم، کتاب الاضاحی، باب وقتہا)

اگر قربانی واجب نہیں ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدالاضحیٰ سے قبل قربانی کرنے کی صورت میں دوسری قربانی کرنے کا حکم نہیں دیتے، باوجود یہ کہ اس زمانہ میں عام حضرات کے پاس مال کی فراوانی نہیں تھی۔

۴:... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں کھڑے ہو کر فرمایا:

''اے لوگو! ہر سال ہر گھر والے پر قربانی کرنا ضروری ہے۔'' (مسند احمد، ۴/۲۱۵۔ ابوداود، باب ماجاء فی ایجاب الاضاحی۔ ترمذی، باب الاضاحی واجبۃ ہی ام لا)

۵:... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے۔ (ترمذی، ۱/۱۸۲)

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سال بھی قربانی نہ کرنے کا کوئی ثبوت احادیث میں نہیں ملتا، اس کے برخلاف احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپؐ نے ہر سال قربانی کی، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں وارد ہے۔

۶:... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (محلی لابن حزم، ج:۶ ص:۳۷، کتاب الاضاحی) معلوم ہوا کہ مقیم پر قربانی واجب ہے۔

قرآنِ کریم میں قربانی کا ذکر:

قربانی کا حکم جو اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں، پہلی امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی۔

''وَلِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ۔'' (الحج:۳۴)

ترجمہ: ''ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے تاکہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھے ہیں۔''

''فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔'' (الکوثر:۲)

ترجمہ: ''نماز پڑھئے اپنے رب کے لئے اور قربانی کیجئے۔''

نسک کے مختلف معنی ہیں، مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے اس سے مراد قربانی لی ہے۔

''لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا هُمْ نَاسِکُوْهُ۔'' (الحج:۶۷)

ترجمہ: ''ہم نے ہر امت کے لئے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریقہ پر ذبح کیا کرتے تھے۔''

''قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔'' (الانعام:۱۶۲)

ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے کہ یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا و مرنا سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔''

''لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔'' (الحج:۳۷)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ اُن کے خون بلکہ اسے تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔''

وضاحت: قربانی میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا ہے بلکہ جتنے اخلاص اور اللہ سے محبت کے ساتھ قربانی کی جائے گی اتنا ہی اجر و ثواب اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے گا اور یہ اصول صرف قربانی کے لئے نہیں بلکہ نماز، روزہ، زکاۃ، حج یعنی ہر عمل کے لئے ہے لہٰذا ہمیں ریا، شہرت، دکھاوے سے بچ کر خلوص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

وضاحت: ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر زمانے اور ہر امت میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل

کرنے کے لئے جانوروں کی قربانی مشروع رہی ہے، اور یہ ایک اہم عبادت ہے، اس کی مشروعیت، تاکید، اہمیت اور اس کے اسلامی شعار ہونے پر عصر حاضر کے بھی تمام مکاتب فکر متفق ہیں۔

قربانی کرنے کی فضیلت:

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذوالحجہ کی ۱۰ تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں اجر وثواب کا سبب بنیں گی)۔ نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی، ۱۸۰/۱، ابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے لئے اس میں کیا اجر وثواب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔ (ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد..... الترغیب والترہیب)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد، ۳۲۱/۲، ابن ماجہ، باب الاضاحی واجبۃ ہی ام لا؟، حاکم ۹۸۳/۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے۔ (ترمذی، ۲۸۱/۱)

حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! جاؤ۔ اپنی قربانی پر حاضری دو، کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ نیز وہ جانور (قیامت کے دن) اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور پھر اسے ستر گنا (بھاری کر کے) تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ (فضیلت) آل محمد کے ساتھ خاص ہے یا آل محمد اور تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ فضیلت آل محمد کے لئے تو بطور خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی عام ہے۔ (یعنی ہر مسلمان کو بھی قربانی کرنے کے بعد یہ فضیلت حاصل ہوگی)۔ (الترغیب والترہیب)

وضاحت: قربانی کے فضائل میں متعدد احادیث کتب احادیث میں مذکور ہیں، بعض احادیث کی سند میں ضعف بھی ہے مگر قربانی کا حکم قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جس پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے، لہٰذا اصول حدیث کے مطابق فضائل قربانی میں احادیث ضعیفہ معتبر ہوں گی۔

ان مبارک ایام میں خون بہانے کی فضیلت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود نماز عیدالاضحیٰ سے فراغت کے بعد قربانی فرماتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کرنے کا ذکر حدیث کی ہر مشہور و معروف کتاب میں ہے۔ آپ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے گھر والوں اور امت مسلمہ کے ان احباب کی طرف سے بھی قربانی کرتے تھے جو قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ (بخاری ومسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد، مسند احمد وغیرہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں قربانی کے ایام میں ۱۰۰ اونٹوں کی قربانی دی، ان میں سے ۳۶ اونٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود نحر (ذبح) کئے اور باقی ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے نحر (ذبح) کئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کے دن سینگوں والے، دھبے دار خصی دو مینڈھے ذبح کئے۔ (ابوداؤد، باب ما یستحب من الضحایا) غرض یہ کہ ان ایام میں خون بہانا ایک اہم عبادت ہے۔

قربانی نہ کرنے پر وعید:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد، ۳۲۱/۲۔ ابن ماجہ، باب الاضاحی واجبۃ ہی ام لا؟۔ حاکم ۹۸۳/۲) عصر قدیم سے عصر حاضر کے جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت نماز عیدالاضحیٰ سے شروع ہوتا ہے اور ۱۲ رذوالحجہ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ نماز عیدالاضحیٰ سے قبل قربانی کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قربانی کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا، اس سے قربانی کا ابتدائی وقت معلوم ہوا۔ قربانی کے آخری وقت کی تحدید میں فقہاء وعلماء کے درمیان زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ (ایک روایت) نے ۱۲ رذوالحجہ کے غروب آفتاب تک تحریر کیا ہے جبکہ بعض علماء نے ۱۳ رذوالحجہ کے غروب آفتاب تک وقت تحریر کیا ہے۔ پہلا قول احتیاط پر مبنی ہونے کے ساتھ دلائل کے اعتبار سے بھی قوی ہے کیونکہ کسی بھی

حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے ۱۳؍ذوالحجہ کو قربانی کی ہو، البتہ بعض احادیث و آثار کے مفہوم سے دوسرے قول کی تائید ضروری ہوتی ہے مگر ان احادیث و آثار کے دوسرے معنی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: کل فجاج مکۃ منحر و کل ایام التشریق ذبح۔ (طبرانی و بیہقی)

اولاً اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، احادیث ضعیفہ فضائل کے حق میں تو معتبر ہیں، لیکن ان سے حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ثانیاً بعض کتب حدیث میں یہ حدیث ''و کل ایام التشریق ذبح'' کے الفاظ کے بغیر مروی ہے۔

قربانی کا وقت ۱۲؍ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ہے، اس کے چند دلائل پیش ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی سالوں میں صحابہ کرامؓ کے اقتصادی حالات کے پیش نظر قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع فرما دیا تھا، بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ اگر چوتھے دن قربانی کی جاسکتی ہے تو پھر تین دن سے زیادہ قربانی کا ذخیرہ کرنے سے منع کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ (کتب حدیث میں یہ حدیثیں موجود ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایام معلومات ''یوم النحر'' (دسویں ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن (۱۱ و ۱۲؍ذوالحجہ) ہیں۔ (احکام القرآن للجصاص، باب الایام المعلومات / تفسیر ابن ابی حاتم رازی، ج:۶، ص:۱۶۳)

مشہور و معروف تابعی حضرت قتادہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قربانی دسویں ذوالحجہ کے بعد صرف دو دن ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی: باب من قال الاضحیٰ یوم النحر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعید بن جبیرؒ اور سعید بن المسیبؒ کے اقوال بھی کتب حدیث میں مذکور ہیں جس میں وضاحت کے ساتھ تحریر ہے کہ قربانی صرف تین دن ہے۔

وضاحت: امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز عیدالاضحیٰ سے فراغت کے بعد فوری طور پر قربانی کرنا سب سے زیادہ بہتر ہے، بلکہ کچھ کھائے بغیر نماز عیدالاضحیٰ کے لئے جانا اور سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا عیدالاضحیٰ کی سنن میں سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا یہی معمول تھا۔ اس وجہ سے ہمیں پہلے ہی دن قربانی کرنی چاہئے، اگر کسی وجہ سے پہلے دن قربانی نہ کر سکے یا چند قربانیاں کرنی ہیں تو ۱۲؍ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ضرور فارغ ہو جانا چاہئے کیونکہ جن بعض علماء نے ۱۳؍ذوالحجہ کو قربانی کی اجازت دی ہے انہوں نے بھی یہی تحریر کیا ہے کہ ۱۲؍ذوالحجہ سے قبل ہی بلکہ ۱۰؍ذوالحجہ کو ہی قربانی کرلینی چاہئے۔

قربانی کے جانور کی عمر:

بکرا، بکری، بھیڑ ایک سال کی ہو، بھیڑ اور دنبہ جو ہو تو چھ ماہ کا لیکن دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہو اور گائے، بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو ان سب جانوروں کی قربانی کرنا جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکاء کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ قربانی میں بکرا (بکری، مینڈھا، دنبہ) ایک شخص کی طرف سے ہے۔ (اعلاء السنن، باب ان البدنۃ عن سبعۃ)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے اور آپؐ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

(مسلم، باب جواز الاشتراک)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال قربانی کی، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے۔

(مسلم، باب جواز الاشتراک فی الہدی)

قربانی کے جانور کا عیوب سے پاک ہونا:

عیب دار جانور (جس کے ایک یا دو سینگ جڑ سے اکھڑ گئے ہوں، اندھا جانور، ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو، اس قدر لنگڑا جو چل کر قربان گاہ تک نہ پہنچ سکتا ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو، وغیرہ وغیرہ) کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

بھینس کی قربانی کا حکم:

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ گائے و اونٹ کی طرح بھینس کی بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔گائے و اونٹ کی طرح بھینس کی قربانی میں بھی سات حضرات شریک ہوسکتے ہیں۔

خود قربانی کرنا افضل ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی خود کیا کرتے تھے،اس وجہ سے قربانی کرنے والے کا خود ذبح کرنا یا کم از کم قربانی میں ساتھ لگنا بہتر ہے،جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قربانی پر حاضر رہنے کو فرمایا۔

قربانی کا گوشت:

قربانی کے گوشت کو آپ خود بھی کھا سکتے ہیں، رشتہ داروں کو بھی کھلا سکتے ہیں اور غرباء و مساکین کو بھی دے سکتے ہیں۔علماء کرام نے بعض آثار کی وجہ سے تحریر کیا ہے کہ اگر گوشت کے تین حصے کرلئے جائیں تو بہتر ہے۔ایک حصہ اپنے لئے، دوسرا حصہ رشتہ داروں کے لئے اور تیسرا حصہ غرباء و مساکین کے لئے۔لیکن اس طرح تین حصے کرنے ضروری نہیں ہیں۔

میت کی جانب سے قربانی:

جمہور علمائے امت نے تحریر کیا ہے کہ میت کی جانب سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے،اس قربانی کو آپ ؐزندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے۔اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دو قربانیاں کی اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور اسی لئے میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔(ابوداؤد،ترمذی)

قربانی کرنے والے کے لئے مستحب عمل:

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے، اور تم میں سے جو قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔(مسلم) اس حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں قربانی کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر بعض حضرات نے ایک نیا فتنہ شروع کردیا ہے کہ جانوروں کے خون بہانے کے بجائے صدقہ وخیرات کرکے لوگوں کی مدد کی جائے۔اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسلام نے زکوۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات کے ذریعہ غریبوں کی مدد کی بہت ترغیب دی ہے مگر قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عظیم الشان کارنامہ کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کے لئے لٹادیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بلا چوں وچرا حکم الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے ذبح ہونے کے لئے اپنی گردن پیش کردی تھی۔مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر جنت سے دنبہ بھیج دیا،اس عظیم الشان کارنامہ پر عمل قربانی کرکے ہی ہوسکتا ہے محض صدقہ وخیرات سے اس عمل کی یاد تازہ نہیں ہوسکتی۔نیز ۱۴۰۰ سال قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو واضح کردیا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید کے دن قربانی کا جانور (خریدنے) کے لئے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔(طبرانی، دارقطنی)

قربانی کا مقصد محض غریبوں کی مدد کرنا نہیں ہے جو صدقہ وخیرات سے پورا ہوجائے بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے،یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی،محض صدقہ وخیرات کرنے سے یہ عبادت ادا نہ ہوگی۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں غربت دور حاضر کی نسبت بہت زیادہ تھی،اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جانور ذبح کرنے کے بجائے غریبوں کی مدد کرتے مگر تاریخ میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا۔

قربانی سے کیا سبق حاصل کریں؟

(۱) جانور کی قربانی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عظیم الشان عمل کو یاد کریں کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم پر سب سے محبوب چیز کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوگئے،لہٰذا ہم بھی احکام الٰہی پر عمل کرنے کے لئے اپنی جان ومال ووقت کی قربانی دیں۔

(۲) قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کردے۔لہٰذا ہمیں من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارنی چاہئے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں صرف یہی ایک عظیم واقعہ نہیں بلکہ انہوں نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزاری، جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملا فوراً اس پر عمل کیا۔جان، مال، ماں، باپ، وطن اور لخت جگر غرض سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا میں قربان کردیا،ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی سامنے آئے اس پر ہم خوش وخرم عمل کریں۔

☆☆..................☆☆

توہین رسالت کے خلاف

بیداری کا مظاہرہ کیا جائے!

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

ڈچ رکن پارلیمنٹ گیرٹ ولڈرز کی جانب سے ایک بار پھر توہین رسالت کی شرانگیز مہم شروع کیے جانے پر پوری اسلامی دنیا میں تشویش واضطراب کی لہر دوڑ گئی ہے اور دنیا بھر کے مسلمان اس نفرت آمیز مہم کے خلاف سراپا احتجاج ہیں، مگر توہین رسالت کے مذموم تسلسل کو روکنے کے لئے مسلم حکمرانوں کی جانب سے کسی بیداری یا فکرمندی کے آثار نظر نہیں آتے۔ زیر نظر مضمون آج سے دس سال قبل اسی طرح کے ماحول میں لکھا گیا تھا۔ بدقسمتی سے آج دس سال بعد بھی صورت حال جوں کی توں ہے۔ توہین رسالت کے خلاف مسلمانوں کی بیداری کی ضرورت کو ایک بار پھر اجاگر کرنے کے لئے یہ مضمون دوبارہ نذر قارئین کیا جاتا ہے:

"ڈنمارک کے اخبارات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت کی بات چل رہی ہے اور اس پر عالم اسلام کے مختلف حصوں میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے کہ ہالینڈ کے ایک رکن پارلیمنٹ نے قرآن مجید کے حوالے سے فلم کا مسئلہ کھڑا کر کے "یک نہ شد دو شد" والا معاملہ کر دیا ہے۔ اور عالم اسلام کے حکمرانوں کا رویہ وہی روایتی سا ہے کہ رسمی احتجاج کر کے وہ مطمئن ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے تعلق کا ثبوت فراہم کر دیا ہے اور اس حوالہ سے انہوں نے اپنے اپنے ملکوں کے عام مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی بھی کر دی ہے۔ او آئی سی نے ڈاکار (سینیگال) میں ہونے والے اپنے سربراہی اجلاس میں اس مسئلہ پر محض رسمی احتجاج پر اکتفا کر لیا ہے جبکہ دنیائے اسلام کی رائے عامہ کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلم حکومتیں ڈنمارک اور ہالینڈ کی حکومتوں سے باضابطہ بات کریں اور اس سلسلہ میں دوٹوک لائحہ عمل طے کیا جائے جس کا بنیادی ہدف مغرب پر سرکاری سطح پر یہ واضح کر دینا ہو کہ اسے عالم اسلام کے ساتھ اپنے تعلقات کو باقی رکھنے اور بہتر بنانے کے لئے قرآن کریم اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و تقدس کے احترام کے ساتھ ساتھ اسلامی عقیدہ و ثقافت کے جداگانہ وجود اور امتیاز کو تسلیم کرنا ہوگا۔

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ مغرب عالم اسلام کے ساتھ مختلف حوالوں سے مکالمہ کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس مبینہ مکالمہ اور مباحثہ کی بنیاد دو تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان بقائے باہمی کے لئے مفاہمت کے تصور پر نہیں بلکہ اسلامی عقیدہ وثقافت کی سرے سے نفی کرتے ہوئے مسلمانوں کو مغرب کے طرز عمل اور ثقافت کو قبول کرنے پر بہرحال آمادہ اور مجبور کرنے کے طرز عمل پر ہے۔ اور مغرب کی تمام تر علمی وفکری صلاحیتیں اور ابلاغی بلکہ عسکری وسائل بھی اسی ایک نکتہ پر صرف ہو رہے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بے لچک وابستگی کو ختم کرنے اور مغرب کے فلسفہ وثقافت کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔ جبکہ دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کے عقیدے اور کمٹمنٹ کا تعلق قرآن کریم اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ صرف یہ کہ بدستور قائم ہے بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے میں قرآن وسنت کی تعلیمات سے وابستگی کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا جا رہا ہے اور نئی نسل کے قرآن وسنت کی طرف رجوع میں مسلسل اضافہ ہو رہا

> یہ مغرب کا مغالطہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں دینی تعلیمات اس وجہ سے موجود ہیں کہ دینی مدارس کا نظام موجود ہے اور اسے ختم کر کے شاید مسلم عوام کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے بیگانہ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات دینی مدارس کی وجہ سے نہیں بلکہ دینی مدارس اس لئے قائم ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات دے رہے ہیں۔ قرآن وسنت نے تو بہرحال موجود رہنا ہے اور قیامت تک رہنا ہے، ان کے ساتھ جو بھی منسلک ہوگا اسے بھی تحفظ اور بقا مل جائے گی۔ اس لئے بجائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ دینی مدارس قرآن وسنت کی حفاظت کر رہے ہیں، یہ کہنا زیادہ قرین قیاس ہوگا کہ دینی مدارس کا وجود اور تحفظ وبقا قرآن وسنت کا مرہون منت ہے۔

ہے جو مغرب کے لئے پریشان کن بات ہے اور مغرب اس فضا میں اپنے ثقافتی ایجنڈے کی پیشرفت میں رکاوٹ کو کم ہونے کی بجائے بڑھتا دیکھ کر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہا ہے۔

گزشتہ دنوں ایک محفل میں اس بات کا ذکر ہو رہا تھا کہ مغرب عالم اسلام میں اپنے ثقافتی ایجنڈے کی راہ میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو رکاوٹ سمجھتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ مسلم معاشرہ میں قرآن وسنت کی تعلیمات کی موجودگی اور فروغ کا باعث دینی مدارس ہیں، اس لئے وہ دینی مدارس کو بند کرنے یا مغرب کے زیر اثر مسلم ممالک کے ''اجتماعی دھارے'' میں تحلیل کر دینے کے لئے کوشاں ہے۔ میں نے اس پر عرض کیا کہ یہ مغرب کا مغالطہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں دینی تعلیمات اس وجہ سے موجود ہیں کہ دینی مدارس کا نظام موجود ہے اور اسے ختم کر کے شاید مسلم عوام کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے بیگانہ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات دینی مدارس کی وجہ سے نہیں بلکہ دینی مدارس اس لئے قائم ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات دے رہے ہیں۔ قرآن وسنت نے تو بہر حال موجود رہنا ہے اور قیامت تک رہنا ہے، ان کے ساتھ جو بھی منسلک ہوگا اسے بھی تحفظ اور بقا مل جائے گی۔ اس لئے بجائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ دینی مدارس قرآن وسنت کی حفاظت کر رہے ہیں، یہ کہنا زیادہ قرین قیاس ہوگا کہ دینی مدارس کا وجود اور تحفظ وبقا قرآن وسنت کا مرہون منت ہے۔

بہرحال بنیادی مسئلہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی موجودگی اور ان کے ساتھ عام مسلمان کی بے لچک وابستگی کا ہے کہ وہ قرآن وسنت کی کسی بات پر عمل کرے یا نہ کرے مگر وہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی، دونوں میں سے کسی کی توہین برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ ہی کسی سے یہ بات سننے کا روادار ہے کہ قرآن کریم کی کوئی بات یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد گرامی نعوذ باللہ! غلط بھی ہوسکتا ہے۔ آپ دنیا کے کسی حصے میں چلے جائیں اور مسلمانوں کے عقیدہ وجذبات کو پرکھ لیں کوئی بھی مسلمان آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو بے عملی بلکہ بدعملی کے باوجود قرآن کریم کی توہین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی برداشت کرنے کے لئے تیار ہو یا ان میں سے کسی کے ارشاد کے بارے میں یہ بات سننے کا روادار ہو کہ وہ درست نہیں۔ مغرب مسلمانوں کی رسول اور کتاب کے ساتھ اس وابستگی کو کمزور کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر رہا ہے اور آزادیٔ اظہار رائے، برداشت، رواداری اور تحمل کے نام پر مسلمانوں کو اس سطح پر لے آنا چاہتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی کسی بات کا مذاق اڑانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی حوالہ سے گستاخانہ تذکرہ پر احتجاج نہ کریں بلکہ اسے برداشت کرتے ہوئے آزادیٔ رائے کے مغربی تصور وفکر کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں، مگر ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ مغرب نے اسے آزادیٔ اظہار رائے کا عنوان دے رکھا ہے مگر یہ اس کی سراسر دھاندلی ہے اس لئے کہ اختلاف اور تنقید میں اور توہین واستہزا میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ مستشرقین نے اسلامی تعلیمات پر، قرآن کریم کے ارشادات پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر ہر دور میں اعتراضات کئے ہیں، اختلاف کیا ہے اور ایسے سینکڑوں مواقع آئے ہیں کہ مسلمانوں نے ان کی باتوں پر جذباتی ہونے کی بجائے دلیل اور منطق کے ساتھ ان کا جواب دیا ہے لیکن توہین، استخفاف اور استہزا کو کبھی برداشت نہیں کیا۔ جس دور میں سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کا تذکرہ اور اس پر احتجاج عام تھا، برطانیہ کے شہر برمنگھم میں ایک جلسہ کے دوران کسی نوجوان نے یہ سوال اٹھایا کہ علماء کرام سلمان رشدی کی شیطانی کتاب پر جذباتیت کا اظہار کرنے کی بجائے اس کا جواب کیوں نہیں لکھتے۔ میں نے اسی مجلس میں اس پر عرض کیا کہ جواب ہمیشہ دلیل کا دیا جاتا ہے جبکہ گالی کا جواب دلیل نہیں بلکہ ہمیشہ تھپڑ ہوا کرتا ہے۔ آپ کسی شخص کے سامنے اس کے باپ کی کسی بات سے اختلاف کریں اور احترام کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنا موقف بیان کریں تو وہ بھی آپ کی بات کا جواب دلیل سے دے گا اور آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اگر آپ اس کے سامنے اس کے باپ کی توہین کریں گے، اس کا تمسخر

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ مستشرقین نے اسلامی تعلیمات پر، قرآن کریم کے ارشادات پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر ہر دور میں اعتراضات کئے ہیں، اختلاف کیا ہے اور ایسے سینکڑوں مواقع آئے ہیں کہ مسلمانوں نے ان کی باتوں پر جذباتی ہونے کی بجائے دلیل اور منطق کے ساتھ ان کا جواب دیا ہے لیکن توہین، استخفاف اور استہزا کو کبھی برداشت نہیں کیا۔

اڑائیں گے اور استہزا کریں گے تو وہ آپ کے طرزِ عمل کے جواب میں استدلال اور منطق کا سہارا نہیں لے گا بلکہ غیرت وحمیت کا ہرممکن مظاہرہ کرکے اس بے ہودگی کا آپ کو جواب دے گا۔

مگر مغرب اس معروضی حقیقت کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے لئے یہ حق حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے جس لہجے میں چاہے بات کرے، اسلام کی تعلیمات کا جس انداز میں چاہے مذاق اڑائے، قرآن کریم کی جیسے جی چاہے توہین کرے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس طرح چاہے تمسخر اڑائے، مسلمان اسے خاموشی کے ساتھ برداشت کریں بلکہ اسے داد دیں کہ وہ آزادیٔ اظہارِ رائے کا علمبردار ہے۔ چنانچہ اسی نام نہاد آزادیٔ رائے کا ہدف اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کے رسول و نبی بھی بن رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں یہ قانون موجود ہے کہ کسی بھی شخصیت کی ''حیثیت عرفی'' مجروح ہونے پر اسے قانون کا دروازہ کھٹکھٹانے کا حق حاصل ہے اور دنیا کا ہر قانون فرد کی حیثیت عرفی کا تحفظ کرتا ہے۔ لیکن اگرچہ مغرب خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسل انسانی کے مصلحین میں سرفہرست شمار کرتا ہے مگر اس ذات گرامی کی حیثیت عرفی کے تحفظ کے لئے مغرب کوئی اصول یا قانون متعارف کرانے کے لئے تیار نہیں ہے۔

بہرحال اس فضا اور پس منظر میں دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان کے مختلف شہروں میں غیرت وحمیت سے سرشار مسلمان ڈنمارک اور ہالینڈ کے حوالہ سے احتجاج کرتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کررہے ہیں اور احتجاج ریکارڈ کروا رہے ہیں۔ علماء کرام اور راہنماؤں سے گزارش ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بیداری کا مظاہرہ کریں اور مسلمانوں کو قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ اپنی محبت وعقیدت اور غیرت وحمیت کے اظہار کے لئے پلیٹ فارم مہیا کریں۔ یہ ہمارے دین وایمان کی علامت ہے اور اس کا تقاضا بھی ہے جس کا بروقت اور پرجوش اظہار کرکے ہم مغرب کی اس ثقافتی یلغار اور تہذیبی دھاندلی کا راستہ روک سکتے ہیں۔''

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۹؍جولائی ۲۰۱۸ء)

ختم نبوت کوئز پروگرام، اسکاؤٹ کالونی

کراچی (مولانا حافظ محمد کلیم اللہ نعمان) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام عوامی پروگرامز کے علاوہ اسکول وکالج کے طلبا کے درمیان ایک دلچسپ پروگرام ''ختم نبوت کوئز پروگرام'' کے نام سے کرایا جاتا ہے، جس میں طلبا سے عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق سوالات ہوتے ہیں، ایک کتابچہ جماعت کی طرف سے مرتب کیا گیا ہے، جس کا نام ''شعور ختم نبوت'' رکھا گیا ہے اور اس میں کم وبیش ۱۰۰ سوالات وجوابات درج ہیں جو کہ کم سن بچوں کی عمر کے لحاظ سے نصاب ہے۔ کراچی کے حلقہ اسکاؤٹ کالونی گلشن اقبال میں اس کوئز پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس کے دو مرحلے رمضان شریف میں ہوچکے تھے اور فائنل معرکہ ۸؍جولائی کو ایم سی سی لان میں منعقد ہوا۔

پہلے پروگرام میں ۵۵ طلبا نے شرکت کی اور فائنل مرحلہ میں ۱۹ طلبا منتخب ہوئے جن میں سوالات کے مکمل جوابات دینے والے طلبا کی تعداد ۱۳ جبکہ کچھ جوابات دینے والوں کی تعداد ۶ تھی۔ پروگرام کا آغاز قاری محمد عبداللہ کی تلاوت و نعت سے ہوا، بعدازاں کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحیٔ مطمئن نے پروگرام کی افادیت کو بتلاتے ہوئے کہا کہ یہ بچے ختم نبوت کے محاذ پر اتنے مضبوط ہوگئے ہیں کہ کوئی قادیانی اب ان کا ایمان چھیننے کی جرأت نہیں کرسکتا، ان شاء اللہ! سوالات کا سلسلہ مولانا محمد کلیم اللہ نعمان، مولانا محمد شعیب کمال، مولانا محمد اشفاق، مولانا کامران نے کیا اور حاضرین ان کمسن طلبا سے فتنۂ قادیانیت کے داؤ سے بچنے والے توڑ کو سن کر محظوظ ہوتے رہے۔

تقسیم انعامات سے قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ کمسن طلبا قوم کا سرمایہ ہیں، اور الحمدللہ! کتنی مہارت سے اپنی اور اپنی نسل کی ایمان کی حفاظت کرنے میں معاون ثابت ہورہے ہیں۔ میری تمام مسلمانوں سے خصوصی گزارش ہے کہ اس طرح کے خاص سوالات اپنے ان بچوں کو سکھلاؤ تاکہ ایمان کی دولت محفوظ رہے۔ بعدازاں طلبا میں خصوصی [illegible] کئے گئے، مکمل جوابات دینے والوں کو باقاعدہ شیلڈ بھی دی گئی اور ایک بمپر انعام جو کہ اسپورٹس سائیکل تھی وہ بذریعہ قرعہ اندازی ایک خوش نصیب کو دی گئی۔

پروگرام میں مولانا سلطان محمد، مولانا عبدالوحید، مولانا عنایت اللہ، مولانا محمد اسلم، قاری خالد محمود، قاری محمد اسحاق اور دیگر علماء وعوام الناس نے بھرپور شرکت کی۔ جبکہ انتظامات سید انور الحسن شاہ، سید عرفان شاہ جی، مولانا محمد رمیض، حافظ محمد شفیق، محمد بن عبدالسمیع، مولانا مفتی علی معاویہ ودیگر خدام ختم نبوت اسکاؤٹ کالونی نے سرانجام دیئے۔ اختتامی دعا مولانا محمد طاہر نے کرائی، بعدازاں تمام شرکاء کے لئے طعام کا عمدہ بندوبست کیا گیا۔

اللہ پاک مولانا عبدالسمیع ودیگر تمام خدام ختم نبوت کی عمر میں اور صحت میں برکت عطا کرے اور تمام کاوشوں کو قبولیت عطا فرمائے، آمین!

مناسک حج اور عمرہ

حج ایک سعادت اور عبادت

تیسری قسط

مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی

حج کی تین قسمیں ہیں:

۱:...حج قران، ۲:...حج تمتع،

۳:...حج افراد۔

حجِ قران:

میقات سے گزرتے وقت حج اور عمرہ کا احرام اکٹھا باندھنا، پہلے عمرہ کے افعال ادا کئے جائیں، پھر حج کے ارکان ادا کئے جائیں۔ ۱۰ر ذوالحجہ کو رمی اور قربانی کے بعد دونوں کا احرام اکٹھا کھولا جائے۔

حجِ تمتع:

میقات سے پہلے (جہاز پر سوار ہونے سے پہلے) صرف عمرہ کا احرام باندھنا، مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کے افعال ادا کرکے احرام کھول دیں۔ اس کے بعد احرام کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ ۸ر ذوالحجہ کو منیٰ جانے سے قبل حج کا احرام باندھا جائے۔ عرفات اور مزدلفہ سے واپس آ کر ۱۰ر ذوالحجہ کو بڑے شیطان کی رمی کریں۔ پھر قربانی کریں۔ قربانی کے بعد بال صاف کرواکر احرام کھول دیں۔

مسئلہ: حج تمتع میں پہلے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔ عمرہ مکمل کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور حج کے ایام کے لئے دوبارہ احرام باندھا جاتا ہے، جبکہ حج قران میں ایک ہی احرام میں عمرہ اور حج دونوں ادا کئے جاتے ہیں۔

حجِ اِفراد:

حج اِفراد میں میقات سے صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے۔

مسئلہ: حج اِفراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: حج قران حج تمتع سے افضل ہے اور حج اِفراد سے حج تمتع افضل ہے۔

مسئلہ: حج قران اور تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہے۔ مفرد کے لئے مستحب ہے، ضروری نہیں۔

حج کی ادائیگی سے قبل حقوق واجبہ کی ادائیگی

جو شخص سفرِ حج پر جا رہا ہو، خواہ وہ حج فرض ہو یا نفل، اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام متعلقین کے حقوق واجبہ ادا کرے اور سب سے معافی تلافی کرے:

"یبداء بالتوبة واخلاص النیة ورد المظالم والاستحلال من خصومه ومن کل عامله....ویتجرد عن الریاء والسمعة۔" (عالمگیری، ج:۱، ص:۲۱۹)

ترجمہ: "جو لوگ حقوق ادا کئے بغیر اور والدین کی اجازت کے بغیر جائیں گے یا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر جائے گی تو ان کا حج تو ہو جائے گا لیکن حج مبرور نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس پر کیا سزا ہوگی۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵، ص:۲۲۷، تخریج شدہ ایڈیشن)

جن رشتہ داروں اور متعلقین سے بات چیت بند ہو، آپس میں رنجش اور کدورت ہو ان سے مل کر معافی مانگ لینا اور دلوں کا صاف کر لینا بہت ضروری ہے۔ کسی کا حق باقی ہے، کسی پر ظلم کیا ہو یا کسی کی دل شکنی کی ہو، کسی کا قرض ذمہ ہو، ان تمام حقوق کی ادائیگی کی جائے یا اس کا انتظام کرکے پھر سفر پر جائے، ان سب سے معاف کرانا یا ادا کرنا اس وقت اختیار میں نہیں ہے تو ان سب فرائض و حقوق کی ادائیگی یا معاف کرانے کا پختہ عزم کیا جائے۔ جس قدر ادا ہو سکے ادا کرے، جو باقی رہ جائے اس کے لئے وصیت نامہ لکھے۔

(احکام حج از مفتی محمد شفیعؒ، ج:۱، ص:۱۰۹۴)

حاجی کو چاہئے کہ چلنے سے پہلے مقامی متعلقین، دوست احباب، رشتہ داروں سے ملاقات کرکے ان کو الوداع کہے اور ان سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرے کہ ان کی دعائیں بھی اس کے حق میں خیر کا سبب ہوں گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ج:۱۰، ص:۱۸۰)

حج کے مسائل سیکھنا

حج کرنے والے کے لئے وقت سے پیشتر مسائل حج کا سیکھنا واجب ہے، اس لئے جب ارادہ ہو جائے یا سفر شروع کرو تو اسی وقت سے مسائل معلوم کر دیا کسی معتبر عالم سے دریافت کرتے رہو۔ یا کوئی معتبر کتاب ساتھ رکھو اور اس کا بار بار مطالعہ کرتے رہو اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو کسی عالم سے سمجھ لینا چاہئے۔

پہلے حج یا بیٹی کی شادی

سوال:......ایک شخص کے پاس اتنی رقم ہے کہ وہ یا تو حج کرسکتا ہے یا اپنی جوان بیٹی کی شادی کرسکتا ہے۔ وہ پہلے حج کرے یا پہلے اپنی بیٹی کی شادی کرے؟ اگر اس نے اپنی بیٹی کی شادی کردی تو حج نہیں کرسکے گا۔

ج:......اس پر حج فرض ہے۔ اگر نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

"عنده دراهم يبلغ بها الحج او يبلغ ثمن مسكن و خادم و طعام و قوت فعليه الحج فان جعلها في غير الحج اثم كذا في الخلاصة۔"

(عالمگیری، ج:۱، ص:۲۱۷، کتاب المناسک)

مسئلہ: فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس اتنی رقم ہو کہ یا وہ اپنی بیٹی کی شادی کرسکتا ہے یا حج کرسکتا ہے، تو اگر حج کے ایام ہوں تو اس کے ذمہ حج فرض ہے:

"اذا وجد مايحج به وقد قصد التزوج به ولا يتزوج، لان الحج فريضة أوجبها الله تعالىٰ علىٰ عبده كذا في التبيين۔" (عالمگیری، ج:۱، ص:۲۱۷، کتاب المناسک)

بیوہ حج کیسے کرے

س:......خاوند کا انتقال اگر ایسے وقت ہو کہ حج کے وقت تک اس کی عدت پوری نہ ہوتی ہو تو وہ حج کی بابت کیا کرے؟

ج:......عدت پوری ہونے سے پہلے سفر حج نہ کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵، ص:۲۳۹ تخریج شدہ ایڈیشن)

حاملہ عورت کا حج

س:......کیا حاملہ عورت حج کرسکتی ہے؟ اگر وہ حج کرسکتی ہے تو کیا بچہ یا بچی جو کہ اس کے بطن میں ہے، اس کا بھی حج ہوگا یا نہیں؟

ج:......حاملہ عورت حج کرسکتی ہے، پیٹ کے بچے کا حج نہیں ہوتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج:۵، ص:۲۴۰، تخریج شدہ ایڈیشن)

حج یا والدہ کی خدمت

س:......میں حج کرنا چاہتی ہوں، لیکن میری امی ضعیف ہیں اور میرے علاوہ ان کا کوئی دیکھنے والا نہیں ہے اور جن کے پاس چھوڑ کر جاؤں گی وہ بالکل غیر لوگ ہیں، میری راہنمائی فرمائیں کہ میں کیا کروں؟

ج:......اگر آپ کے ذمہ حج فرض ہے تو امی کو اللہ کے سپرد کرکے ضرور حج پر جائیں اور اگر آپ پر حج فرض نہیں تو آپ کے لئے امی کی خدمت افضل ہے: "حج الفرض اولیٰ من طاعة الوالدين وطاعتهما اولیٰ من حج النفل۔"

(عالمگیری، ج:۱، ص:۲۲۱، کتاب الحج)

والدین کی اجازت اور حج

س:......حج کرنے سے پہلے کیا والدین کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے؟

ج:...... حج فرض کے لئے والدین کی اجازت شرط نہیں، البتہ حج نفل والدین کی اجازت کے بغیر نہیں کرنا چاہئے: "في الملتقط حج الفرض اولیٰ من طاعة الوالدين وطاعتهما اولیٰ من حج النفل۔"

(عالمگیری، ج:۱، ص:۲۲۱، کتب المناسک)

بالغ لڑکے یا لڑکی کا حج

س:......کوئی شخص اگر اپنے بالغ لڑکے یا لڑکی کو حج کروائے تو کیا وہ حج نفلی ہوگا؟

ج:......اگر رقم لڑکے یا لڑکی کی ملکیت کردی گئی تھی تو ان پر حج فرض بھی ہوگیا اور ان کا حج فرض ادا بھی ہوگیا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵، ص:۲۴۳، تخریج شدہ ایڈیشن)

"ولو وهب الأب الابنه.... الخ ...

ومراده إفادة ان القدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الاباحة والعارية۔" (ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۶۱)

سیاحت کے ویزے پر حج کرنا

س:...... دیندار حضرات اپنی بیگمات کو حج و عمرہ کی نیت سے سیاحی ویزا (وزٹ) کی حیثیت سے بلاتے ہیں کہ یہاں آ بھی جائیں گی اور عمرہ و حج بھی کرلیں گی۔ بعض دفعہ اس ویزے کے حصول کے لئے رشوت بھی دینا پڑتی ہے؟

ج:......سیاحی ویزے پر حج کرنا درست ہے، مگر اس کے لئے رشوت دینا جائز نہیں۔ "لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵،

ص:۴۳۶ تخریج شدہ ایڈیشن)

حج کی رقم دوسرے مصرف لگانا

مسئلہ: اگر کسی نے ایک شخص کو حج کے لئے رقم دی کہ وہ حج کرلے، جونہی وہ رقم کا مالک ہوگا حج اس پر فرض ہوجائے گا۔ اگر اس نے وہ رقم کسی اور مصرف پر خرچ کردی اور حج ادا نہیں کیا، حج کئے بغیر مرگیا تو گناہ گار ہوگا۔ اس پر لازم ہے کہ مرنے سے پہلے وصیت کرے کہ اس کی طرف سے حج بدل کرادیا جائے۔ ”من علیه الحج اذامات قبل اداثه فان مات عن غیر وصیة یاثم بلاخلاف۔“ (عالمگیری، ج:۱، ص:۲۵۸، کتاب المناسک)

ناجائز ذرائع سے حج کرنا

حرام کی کمائی سے حج کرنا:

س:...... کیا حرام پیسوں سے حج پر جانا چاہئے؟ جبکہ ایک امام صاحب کا فتویٰ ہے کہ جانا چاہئے، لیکن بہت سے لوگوں کا اس میں اختلاف ہے۔

ج:...... حرام رقم سے کیا ہوا حج قبول نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم!

”فان الله لایقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها۔“ (عالمگیری، ج:۱، ص:۲۲۰ کتاب المناسک)

حرام کمائی سے حج اور غیرمسلم سے قرض لینے کا حیلہ

س:...... یہ تو متفقہ فیصلہ ہے کہ حج حرام کی کمائی کا قبول نہیں ہوتا، لیکن میں نے ایک مولوی صاحب سے سنا ہے کہ اگر یہ شخص کسی غیرمسلم سے قرض لے کر حج کے واجبات ادا کرے تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حج قبول فرمالے۔ پوچھنا یہ ہے کہ غیرمسلم کا مال تو ویسے بھی حرام ہے، یہ کیسے حج ادا ہوگا؟ مہربانی فرماکر اس کی وضاحت فرمائیں۔

ج:...... غیرمسلم تو حلال وحرام کا قائل ہی نہیں، اس لئے حلال وحرام اس کے حق میں یکساں ہے اور مسلمان جب اس سے قرض لے گا تو وہ رقم مسلمان کے لئے حلال ہوگی، اس سے صدقہ کرسکتا ہے، حج کرسکتا ہے، بعد میں جب اس کا قرض حرام پیسے سے ادا کرے گا تو یہ گناہ ہوگا، لیکن حج میں حرام پیسے استعمال نہ ہوں گے۔

”والحیلة لمن لیس معه الا مال حرام اوفیه شبهة ان یستدین للحج من مال حلال ....ولیحج به ثم یقضی دینه من ماله۔“ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵، ص:۲۵۱ تخریج شدہ ایڈیشن)

عمرے کے ویزے پر جاکر حج کرکے آنا

س:...... اگر عمرے کے ویزے پر جائیں اور حج کرکے آئیں تو ایسا کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

ج:...... عزت کا خطرہ نہ ہو تو جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵، ص:۲۶۱، تخریج شدہ ایڈیشن)

بغیر محرم کے حج

س:...... محرم کسے کہتے ہیں؟

ج:...... محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی بھی نکاح نہ ہوسکے، جیسے: والد، دادا، بھائی، بھتیجا، بھانجا اور ماموں وغیرہ۔

”والمحرم من لایجوز له مناکحتها علی التابید بقرابة او رضاع او صهریة.....“ (فتاویٰ شامی، ج:۲، ص:۴۶۴)

حج وعمرہ کے لئے غیرمحرم کو محرم بنانا گناہ ہے

س:...... ایک خاتون جو دو مرتبہ حج کرچکی ہے اور اس کی عمر بھی ساٹھ سال سے تجاوز کرچکی ہے، تیسری مرتبہ حج بدل کی نیت سے جانا چاہتی ہے۔ اس صورت میں گروپ لیڈر کو جو شرعی محرم نہیں ہے، اس کو اپنا محرم قرار دے کر جبکہ اس گروپ میں پندرہ بیس دیگر عورتیں بھی گروپ لیڈر ہی کو محرم بنا کر (جو ان کا شرعی محرم نہیں) حج پر جارہی ہیں، ایسی خواتین کا حج درست ہوگا یا نہیں؟

ج:...... محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں، گو حج ادا ہوجائے گا، لیکن جھوٹ اور غیرمحرم کے سفر کا گناہ سر پر رہے گا: ”فان حجت بغیر محرم او زوج جاز حجها مع الکراهة۔“ (الجوهرة النیرة، ج:۱، ص:۱۵۴)

”لایحل لامراة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر سفراً یکون ثلاثة ایام فصاعداً الا ومعها ابوها، اوابنها، او زوجها، او اخوها، او ذو محرم منها۔“ (الصحیح المسلم، ج:۱، ص:۴۳۴، طبع بمبئی)

(جاری ہے)

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1860
ABS
ABDULLAH BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

علماء کرام اور انتخابی سیاست

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

آج کل ملک بھر میں عام انتخابات کی گہما گہمی ہے متحدہ مجلس عمل سمیت بہت سی دینی جماعتیں اس معرکہ میں شریک ہیں۔ اس سلسلہ میں علماء کرام اور دینی کارکنوں کو ایک سوال کا عام طور پر سامنا کرنا پڑتا ہے کہ علماء کرام کا انتخابی سیاست اور جمہوری عمل سے کیا تعلق ہے؟ یہ سوال دو طرف سے ہوتا ہے۔ ایک طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ علماء کرام کا کام لوگوں کو نماز پڑھانا، دین کی تعلیم دینا اور ان کی دینی و اخلاقی راہنمائی کرنا ہے، سیاست ان کے دائرہ کار کی چیز نہیں ہے، اس لئے انہیں اس جھمیلے میں پڑے بغیر اپنے کام کو مسجد و مدرسہ تک محدود رکھنا چاہیے۔ جبکہ دوسری طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ انتخابی اور جمہوری سیاست دینی مزاج کے خلاف ہے اور مغرب کے نظام کی پیروی ہے اس لئے علماء کرام کو نفاذ اسلام کے لئے انتخابی و جمہوری سیاست میں شریک ہونے کی بجائے متبادل صورتیں اختیار کرنی چاہئیں اور مغربی جمہوریت کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے۔

اس سوال کے بارے میں دو حوالوں سے کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ ایک یہ کہ علماء کرام اور دینی جماعتوں کے سیاسی عمل میں شریک ہونے کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ اس کی شرعی اور فقہی حیثیت کیا ہے؟

ہمارے ہاں جنوبی ایشیا یعنی پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت وغیرہ میں مسلمانوں کا تاریخی پس منظر مغل بادشاہت کا ہے۔ یہاں مختلف طاقتور مسلمان خاندانوں نے مسلسل ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی ہے، ان میں سب سے لمبا عرصہ مغل سلطنت کا تھا جسے برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۷۵۷ء کے دوران بنگال کے نواب سراج الدولہ کو شہید کر کے بتدریج دہلی کی طرف پیشرفت کرتے ہوئے سلطنت سے محروم کر دیا اور ایک صدی اس خطہ پر حکمرانی کی۔ اس کے بعد نوے سال تک براہ راست تاج برطانیہ نے یہاں حکومت کی اور یہ پورا خطہ ان کی نوآبادی رہا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سو سالہ دور میں ہم نے مزاحمت کا راستہ اختیار کیا، جب برصغیر کے طول و عرض میں بیسیوں مسلح تحریکات نے عسکری مزاحمت کی اور مختلف علاقوں میں کنٹرول حاصل کر کے اسلامی شریعت کا نفاذ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلح مزاحمت مجموعی طور پر دم توڑ گئی اور دہلی کا اقتدار برطانوی حکومت نے سنبھال لیا تو اس کے بعد بھی مسلح مزاحمت کی مختلف تحریکات ابھرتی رہیں جن میں سب سے بڑی اور منظم تحریک شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تھی جسے برطانوی ریکارڈ میں ’’ریشمی خطوط سازش کیس‘‘ سے تعبیر کیا گیا جبکہ عام طور پر اس کا تذکرہ ’’تحریک ریشمی رومال‘‘ (Silk Letters Movement) کے عنوان سے کیا جاتا ہے۔ یہ تحریک منظم تو ہوئی اور اس کے لئے جرمنی، جاپان، افغانستان اور خلافت عثمانیہ جیسی قوتوں کے ساتھ بین الاقوامی رابطے بھی مکمل ہو گئے مگر قبل از وقت راز افشا ہونے کی وجہ سے عملاً بپا نہ ہو سکی۔ اس ملک گیر بلکہ بین الاقوامی طور پر منظم کی جانے والی تحریک کی ناکامی کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور ان کے رفقاء نے تحریک آزادی کی بنیادی حکمت عملی تبدیل کر لی اور عسکری مزاحمت ترک کر کے آزادئ وطن کے لئے عدم تشدد پر مبنی عوامی سیاسی تحریک کا آغاز کیا اور جمہوری عمل، رائے عامہ کی قوت، اسٹریٹ پاور اور سول سوسائٹی کو اپنی آئندہ جدوجہد کی بنیاد بنایا جس کا تسلسل اب تک چلا آ رہا ہے اور جنوبی ایشیا کے دینی عناصر بدستور اسی پر قائم ہیں۔

سیاسی عمل اور جمہوری جدوجہد میں یہ شمولیت دو دائروں میں تھی۔ ایک آزادی کی تحریکات، جلسوں، جلوسوں، گرفتاریوں اور قربانیوں کا دائرہ تھا جس میں ’’تحریک خلافت‘‘ نقطۂ آغاز بنی اور پھر مختلف حوالوں سے پر امن احتجاجی تحریکات کا سلسلہ چل نکلا۔ جبکہ دوسرا دائرہ انتخابات کا تھا جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء ہند، مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ علماء اسلام کے عنوان سے ہمارے اکابر نے انتخابات میں حصہ لیا اور مختلف اسمبلیوں کے لئے منتخب ہوتے رہے، حتیٰ کہ ایک موقع پر مسلم لیگ اور جمعیۃ علماء ہند کے درمیان انتخابی اتحاد ہوا جبکہ کانگریس کی انتخابی مہم میں سرکردہ علماء کرام پیش پیش تھے، اور تحریک پاکستان کی حمایت کرنے والی دینی جماعتوں اور شخصیات نے بھی یہی طریق کار اختیار کیا۔ تقسیم ہند اور آزادئ وطن کے بعد جب پاکستان بنا تو یہ بنیادی مسئلہ درپیش تھا کہ اس نئی ریاست کی

نوعیت کیا ہوگی؟ (۱) خاندانی سلطنت، (۲) جمہوری حکومت اور (۳) طاقتور کی حکمرانی کے تین راستے سامنے تھے، ان کے علاوہ اور کوئی آپشن نہیں تھا۔ خاندانی سلطنت بنتی تو قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کے خاندان کا حق بنتا تھا کہ ان کی خاندانی بادشاہت کا اعلان کر دیا جاتا جس کے لئے وہ خود بھی تیار نہیں تھے۔ طاقت کو حکومت کے قیام کا ذریعہ تسلیم کرلیا جاتا تو پھر فوج ہی واحد طاقت تھی جسے حکمران طبقہ کے طور پر قبول کرلیا جاتا۔ یا پھر عوامی نمائندگی کے ذریعے حکومت کی تشکیل کو اصول بنالیا جاتا۔

پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام نے متفقہ طور پر اس تیسرے راستے کو منتخب کیا اور قراردادِ مقاصد کی صورت میں (۱) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت (۲) عوام کے ووٹوں سے حکومت کی تشکیل اور (۳) دستور و قانون میں قرآن و سنت کی بالادستی کے تین اصولوں کو ریاست و حکومت کی اساس قرار دے دیا جس کی بنیاد پر وقفہ وقفہ سے انتخابات ہوتے رہتے ہیں اور حکومتیں بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور قرآن و سنت کی بالادستی کے لئے علماء کرام اور دینی جماعتوں ہی کی سب سے زیادہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس عمل میں شریک ہوں اور انتخابات میں حصہ لے کر حکومت کی تشکیل میں کردار ادا کریں جبکہ ان کا عظیم تحریکی ماضی بھی ان کی پشت پر ہے۔

یہ فیصلہ کسی مجبوری یا وقتی مصلحت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ مذکورہ بالا تاریخی تسلسل کے ساتھ ساتھ شرعی اساس بھی رکھتا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قائم ہوئی تو وہ نہ تو کسی نسبی استحقاق پر تھی اور نہ ہی طاقت کے ذریعے قبضہ کے طور پر تھی، بلکہ رائے عامہ اور عوامی خواہشات کی صورت میں وہ فیصلہ ہوا تھا جس کے نتیجے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلامی ریاست کے حکمران بن گئے تھے۔ فقہاء کرام نے اسلامی خلافت کے انعقاد کی جو صورتیں بیان کی ہیں ان میں سب سے پہلی اور سب سے بہتر صورت یہی بیان کی گئی ہے کہ عوامی مشاورت کے ذریعے رائے عامہ کی بنیاد پر حکومت تشکیل دی جائے اور فقہاء کرام کی بیان کردہ اسی صورت کو ہمارے بزرگوں نے اپنے فیصلے کی بنیاد بنایا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں عوام کے ووٹ کے ذریعے حکومت کے قیام کا اصول شرعی اساس پر مبنی ہے جسے کم و بیش سبھی فقہاء کرام نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے حوالہ سے بیان کیا ہے، اس لئے انتخابی سیاست میں شریک ہونا علماء کرام اور دینی جماعتوں کا صرف حق نہیں ہے بلکہ ان کی شرعی ذمہ داری بھی ہے جس کے ذریعے وہ ملک میں اسلامی نظام کی طرف مؤثر پیش رفت کر سکتے ہیں اور پاکستان کو اسلامی ریاست کی شکل دینے کے لئے یہی طریقہ قابل عمل ہے۔

(روزنامہ اسلام لاہور، ۱۱رجولائی ۲۰۱۸ء)

حضرت لالہ جی خلیل احمد کی کراچی دفتر آمد

کراچی..... خانقاہ سراجیہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سجادہ نشین جانشین و فرزند شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم العالیہ ۱۰رجولائی بروز منگل بوقت نماز ظہر دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پرانی نمائش تشریف لائے۔ حضرت دامت برکاتہم ہر تین ماہ بعد اپنے خانقاہی دورہ پر کراچی تشریف لاتے ہیں اور ایک دن یا دن کا کچھ حصہ دفتر ختم نبوت میں بھی حضرت باباجیؒ کی روایت کو برقرار رکھنے اور خدام ختم نبوت کے لئے عنایت فرماتے ہیں، رب کریم اکابر کو سلامت و باکرامت رکھے۔ آمین!

نماز ظہر کے بعد متعلقین و متوسلین کی ایک بڑی تعداد رشد و ہدایت کی طالب بن کر اپنے شیخ و مربی سے کسب فیض کی غرض سے حاضر ہوئی، بحمداللہ تعالیٰ! باباجیؒ کا فیض حضرت لالہ جی کی صورت میں خانقاہ سراجیہ عالیہ نقشبندیہ سے اپنی اس آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے، جس آب و تاب اور رعنائیوں سے باباجی کی زندگی میں جاری تھا اور ان شاءاللہ! یہ فیض محبت، یہ درد عشق الٰہی، یہ قربت محمدی کا فیضان یونہی جاری رہے گا۔

ظہرانہ سے فارغ ہوئے تو بہت سارے احباب بیعت کے لئے تیار تھے، انہوں نے حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آئندہ زندگی رب کریم کی غلامی اور اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارنے کا عہد کیا۔

کچھ دیر آرام کیا، بعدازاں چائے نوش فرمائی، نماز عصر ادا کی اور کراچی میں اپنے میزبان جامعہ اسلامیہ کلفٹن کے حضرت مولانا ابوطلحہ دامت برکاتہم کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ رب کریم ہمارے حضرت کو صحت و عافیت و سلامتی دارین نصیب فرمائے، آمین!

مولانا قاضی احسان احمد (مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے۔اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بنا پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام ''معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

(۳۵)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

اصلاحی صاحب کا شاذ نظریہ نمبر۱۸

﴿ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْہُ آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِھَاتٌ﴾ (آل عمران: آیت:۷)

ترجمہ: وہی (اللہ) ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں۔(ترجمہ شیخ الہندؒ)

تفسیر عثمانی میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نصاریٰ نجران نے تمام دلائل سے عاجز ہو کر بطور معارضہ کہا تھا کہ آخر آپ حضرت مسیح کو ''کلمۃ اللہ'' اور ''روح اللہ'' مانتے ہیں، بس ہمارے اثبات مدعا کے لئے یہ الفاظ کافی ہیں۔یہاں اس کا تحقیقی جواب ایک عام اصول اور ضابطہ کی صورت میں دیا جس کے سمجھ لینے کے بعد ہزاروں نزاعات ومناقشات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔اس کو یوں سمجھو کہ قرآن کریم بلکہ تمام کتب الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں ایک وہ جن کی مراد معلوم ومتعین ہو، ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اصول یہی آیات ہوتی ہیں۔دوسری قسم آیات ''متشابہات'' کہلاتی ہے یعنی جن کی مراد معلوم ومتعین کرنے میں اشتباہ والتباس واقع ہو جائے۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات کو پہلی قسم کی طرف راجع کر کے دیکھنا چاہئے مگر خبردار! ایسی تاویلات اور ہیر پھیر نہ کریں جو مذہب کے اصول مسلمہ اور آیات محکمہ کے خلاف ہوں۔مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی ﴿اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ﴾ یا ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ یا ﴿ذٰلِکَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحَانَہٗ﴾ اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کر کے ﴿کَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ﴾ وغیرہ متشابہات کو لے دوڑے اور اس کے وہ معنی چھوڑ کر جو محکمات کے موافق ہوں ایسے سطحی معنی لینے لگے جو کتاب کی عام تصریحات اور متواتر بیانات کے منافی ہوں یہ کجروی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہوگی؟ (تفسیر عثمانی مختصراً ص:۶۴)

تفسیر جواہر القرآن میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ کتاب تو خدا ہی نے نازل کی ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے الفاظ موجود ہیں مگر اس کی (کتاب کی) آیتیں اپنے مفہوم ومعنی کے اعتبار سے دو قسم کی ہیں: ایک محکم دوم متشابہ۔محکم تو وہ ہیں جن کا معنی متفق علیہ اور مفہوم معقول اور قابل فہم ہو۔اور متشابہ وہ ہیں جن کی تاویل مختلف فیہ ہو اور ان کا ظاہر فہم سے بالا ہو، مثلاً: حروف مقطعات اور ید اللہ، روح اللہ، اور کلمۃ اللہ وغیرہ۔المعتصر من مختصر مشکل الآثار للطحاوی، ج:۲، ص:۱۶۴ میں مذکور ہے: اَلْمُحْکَمَاتُ ھِیَ الْمُتَّفَقُ عَلٰی تَاوِیْلِھَا وَالْمَعْقُوْلُ مَعْنَاھَا وَالْمُتَشَابِھَاتُ ھِیَ الْمُخْتَلَفُ فِیْ تَاوِیْلِھَا۔یعنی محکمات آیات وہ ہیں جن کی تفسیر پر اتفاق ہو اور اس کا معنی سمجھ میں آرہا ہو اور متشابہات وہ آیات ہیں جن کی تفسیر میں احتمالات ہوں۔علامہ روح المعانی ﴿ھُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ﴾ کے تحت لکھتے ہیں: اَیْ اَصْلُہٗ وَالْعُمْدَۃُ فِیْہِ یُرَدُّ اِلَیْھَا غَیْرُھَا۔(روح المعانی، ج:۳، ص:۸۰)

یعنی ام الکتاب سے مراد یہ ہے کہ یہ محکمات قرآن میں اصل ہیں اور عمدہ قابل اعتماد یہی ہیں، اس کے علاوہ جو متشابہات ہیں وہ آیات ان محکمات کی طرف لوٹا کر سمجھنا پڑے گا۔

تفسیر ابن کثیر میں حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت مفسرین کے بہت سارے اقوال نقل کئے ہیں۔یہ کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ علم کی

وسعت ہے۔ ایک عالم کے ہاتھ میں بہت سارے مطالب آجاتے ہیں، وہ خود بہتر سے بہتر کا انتخاب کرسکتا ہے، ان تمام اقوال کی روشنی میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو کلام پیش کیا ہے، اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو: اللہ تعالیٰ ہمیں خبر دے رہا ہے کہ قرآن مجید میں ایک قسم کی آیات محکمات ہیں جو قرآن کے لئے بحیثیت بنیاد اور جڑ ہیں۔ محکمات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مدلولات اور معانی میں بالکل واضح ہیں، اس میں کوئی اشتباہ والتباس نہیں ہے اور اس قرآن میں کچھ ایسی آیات ہیں جن کے مطالب ومعانی میں لوگوں کے لئے اشتباہ والتباس کا موقع ہے، پس جس شخص نے ان متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا دیا اور محکمات کو متشابہات پر حَکَم اور فیصل بنادیا تو وہ شخص ہدایت پر قائم رہا اور جس نے اس کا عکس کیا تو وہ ہدایت سے گر گیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محکم آیات کتاب اللہ کی وہ جڑ ہے جس کی طرف اشتباہ کے وقت رجوع کیا جاتا ہے اور کچھ آیات متشابہ ہیں، یعنی اس کا مدلول بھی محکمات کے موافق ہونے کا احتمال بھی رکھتا ہے اور کبھی کسی اور چیز کا احتمال بھی رکھتا ہے، مگر یہ اشتباہ ہمارے لئے الفاظ اور ترکیب کی حد تک ہے، اصل معانی اور مقاصد میں اشتباہ نہیں ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر،ج:۱،ص:۳۴۴)

بہر حال! علماء اصول اور محققین علماء نے یہ فرمایا ہے کہ متشابہات خود دو قسم پر ہیں: ایک قسم وہ متشابہات ہیں جو نہ معلوم المعنیٰ ہیں اور نہ معلوم المراد ہیں، جس طرح بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ہیں، اس کے لئے سلف صالحین کے مفسرین نے یہ جملہ اختیار کیا ہے: ’’اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ۔‘‘ یعنی اس کے اصل معنی کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بھید اور راز ہے، قیامت میں یہ راز کھلے گا، دنیا میں ان حروف کا مطلب جس نے بھی بیان کیا ہے وہ ایک احتمالی مفہوم ہے، یقینی مفہوم کسی کو معلوم نہیں۔ متشابہات کی دوسری قسم وہ ہے جو معلوم المعنیٰ تو ہے لیکن معلوم المراد نہیں ہے، جیسے ’’یداللّٰہ‘‘ ’’اللہ کا ہاتھ‘‘، ’’وجہ اللّٰہ‘‘ ’’اللہ کا چہرہ‘‘، ’’ساق اللّٰہ‘‘ ’’اللہ کی پنڈلی‘‘، ’’جاء ربک‘‘ ’’تیرا پروردگار آگیا‘‘، ’’استوی علی العرش‘‘ ’’اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوئے۔‘‘

ان متشابہات کے معانی تو ظاہر ہیں لیکن اس کی حقیقت اور مرادی معنی ظاہر نہیں ہیں، اسی لئے سلف صالحین کے نزدیک یہ فیصلہ ہے کہ اس پر ایمان لانے کے لئے یہ کہنا پڑے گا: ’’ما یلیق بشانہ‘‘ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ یہ کلام اہل حق علماء اور مفسرین کا ہے جو میں نے محنت کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کردیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے استویٰ علی العرش متشابہ کو ذکر کیا اور پھر یہ فیصلہ سنادیا: اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْکَیْفِیَّۃُ مَجْھُوْلَۃٌ وَالسُّؤَالُ عَنْھَا بِدْعَۃٌ۔ ترجمہ: ’’عرش پر استواء کا معنیٰ تو معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت اور حقیقت معلوم نہیں ہے اور ان متشابہات سے متعلق سوال کرنا اور اس میں گھسنا بدعت ہے۔‘‘

اب امین احسن اصلاحی صاحب کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ وہ متشابہات کے بارے میں سارے مفسرین سے الگ ہوکر کیا راستہ اختیار کررہے ہیں، لکھتے ہیں:

متشابہات: متشابہات سے مراد وہ آیتیں ہیں جن میں ہمارے مشاہدات ومعلومات کے دسترس سے باہر کی باتیں تمثیلی وتشبیہی رنگ میں قرآن نے بتائی ہیں۔ یہ باتیں جس بنیادی حقیقت سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہیں وہ بجائے خود واضح اور مبرہن ہوتی ہے، عقل اس کے اتنے حصے کو سمجھ سکتی ہے جتنا سمجھنا اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ البتہ چونکہ اس کا تعلق ایک نادیدہ عالم سے ہوتا ہے، اس وجہ سے قرآن ان کو تمثیل وتشبیہ کے انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ علم کے طالب بقدر استعداد ان سے فائدہ اٹھالیں اور ان کی اصل صورت وحقیقت کو علم الٰہی کے حوالہ کریں۔ یہ باتیں خدا کی صفات وافعال یا آخرت کی نعمتوں اور اس کے آلام سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہیں۔ ان کا جس حد تک ہمارے لئے سمجھنا ضروری ہے اتنا ہماری سمجھ میں آجاتا ہے اور اس سے ہمارے علم ویقین میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اگر ہم اپنی حد سے آگے بڑھ کر ان کی اصل حقیقت اور صورت کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کریں تو یہ چیز فتنہ بن جاتی ہے اور اس کا نتیجہ صرف یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے ذہن سے شک کا ایک کانٹا نکالنا چاہتا ہے اور اس کے نتیجے میں بے شمار کانٹے اس کے اندر چبھالیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس نایافتہ کی طلب میں اپنی یافتہ دولت کو بھی ضائع کربیٹھتا ہے اور نہایت واضح حقائق کی اس لئے تکذیب کردیتا ہے کہ ان کی شکل وصورت ابھی اس کے سامنے نمایاں نہیں ہوئی۔

ہم یہاں قرآن سے اس قسم کے بعض متشابہات کی مثالیں نقل کرتے ہیں۔ سورۃ مدثر میں قرآن کریم نے دوزخ کے عذاب کی تصویر ان الفاظ میں پیش کی ہے۔

﴿سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ. وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سَقَرُ. لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ. لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ. عَلَیْھَا تِسْعَۃَ عَشَرَ﴾

ترجمہ: ’’میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا اور تمہیں کیا پتہ کہ دوزخ کیا ہے؟ وہ نہ ذرا ترس کھائے گی اور نہ کسی چیز کو چھوڑے گی، جسموں کو جھلس دینے والی ہوگی، اس پر خدا کے انیس سرہنگ مقرر ہوں گے۔ انتہیٰ۔ اس آیت میں جس سزا کا ذکر ہے وہ ایک حقیقت ہے اور قانون مجازات پر جس کا ایمان ہو

اس کے لئے اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، رہی اس کی تفصیل تو اس کا تعلق چونکہ ایک نادیدہ عالم سے ہے اس وجہ سے اس کی اصل صورت کسی طرح ہماری گرفت میں نہیں آسکتی۔ اس طرح کے معاملات میں صحیح روش یہ ہے کہ آدمی اتنے پر قناعت کرے جو سمجھ میں آتا ہے۔ جو سمجھ میں نہیں آتا وہ اس عالم میں سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا، اس وجہ سے اس کے درپے ہونے کے بجائے اس کو خدا کے حوالے کرے۔"

(تدبر قرآن، ج:۱،ص:۶۲۷، ۶۲۸)

علامہ امین احسن اصلاحی صاحب مزید لکھتے ہیں:

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آیات متشابہات سے مراد قرآن کی وہ آیتیں ہیں جن میں یا تو آخرت کی نعمتوں اور نقموں میں سے کسی نعمت و نقمت کا بیان تمثیلی و تشبیہی رنگ میں ہوا ہے یا خدا کی صفات و افعال میں سے کوئی بات تمثیلی اسلوب میں پیش ہوئی ہے۔ مثلاً آدم میں خدا کا اپنی روح پھونکنا یا حضرت عیسیٰ کو بن باپ کے پیدا کرنا وغیرہ۔ اس طرح کی آیات سے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اہل ایمان کے علم و ایمان میں اضافہ ہوتا ہے لیکن جن کی طبیعتوں میں فتنہ پسندی ہوتی ہے وہ انہی کے اندر موشگافیاں کرکے بہت سے فتنے پیدا کر لیتے ہیں۔

(تدبر قرآن، ج:۱،ص:۶۲۹، ۶۳۰)

تبصرہ:

متشابہات سے متعلق اس کلام میں اصلاحی صاحب نے کئی غلطیاں کی ہیں پہلی غلطی تو وہی بنیادی غلطی ہے کہ اصلاحی صاحب نے عام مفسرین اور سلف وخلف علماء و فقہاء کو چھوڑ کر متشابہات میں الگ راستہ اختیار کیا ہے، جیسا کہ ان کی ان تحریرات سے واضح ہے جو اوپر نقل کی گئی ہیں۔ اصلاحی صاحب نے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ اس نے متشابہات اور مشابہات کو ایک چیز سمجھ لیا ہے، حالانکہ متشابہات تو اشتباہ سے ہے جس میں التباس اور شبہ ہو اور مطلب واضح نہ ہو اور مشابہات تو مشابہت کے معنی میں ہے کہ فلاں چیز فلاں چیز کے مشابہ ہے۔ قرآن کے مضامین و احکامات فصاحت و بلاغت میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں، اسی کو سورۂ زمر میں ﴿کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ (زمر آیت:۲۳) سے یاد کیا گیا ہے۔ اصلاحی صاحب نے یا تو اپنے مطلب نکالنے کے لئے دونوں کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے یا دھوکہ دہی کے لئے دونوں کو ایک کرکے پیش کیا ہے، حالانکہ مفسرین نے دونوں کو الگ الگ مفہوم میں لیا ہے۔ اصلاحی صاحب نے تیسری غلطی یہ کی ہے کہ اس نے مغیبات کو متشابہات قرار دیا ہے اور اوپر کی عبارتوں میں کہا ہے کہ جو چیزیں نادیدہ نایافتہ اور ہمارے دسترس سے باہر ہیں، آخرت کی نعمتوں اور نقموں سے اس کا تعلق ہے، پوری طرح مشاہدہ میں نہیں آتیں اور عقل کے احاطہ سے بھی باہر ہیں، اس کو جتنا ہم نے سمجھا اسی حد تک اس پر اکتفا کرنا چاہئے، آگے نہیں جانا چاہئے۔

اصلاحی صاحب کا مقصد یہ ہے کہ مثلاً دوزخ کا جتنا بیان آ گیا سو آ گیا ہے، اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہئے۔ تفصیل متشابہات کی قسم میں سے ہے۔ اصلاحی صاحب کی یہ بات صحیح ہے لیکن اس میں کس نے اختلاف کیا ہے اور اس کو کس نے متشابہات کہا ہے؟ یہ تو مغیبات کی قسم کی اشیاء ہیں جن پر ایمان بالغیب ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اصلاحی صاحب نے اپنی مذکورہ عبارت میں متشابہات کے لئے سورت مدثر کی آیات ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾ کو پیش کیا ہے، یہ استدلال غلط ہے۔ اس آیت میں تو سقر کے عذاب کا ذکر ہے جو مغیبات کے قبیل سے ہے، نیز زیر بحث آیت میں جو کچھ ہے یہ تو مغیبات میں سے بھی نہیں کیونکہ اس میں ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ﴾ کا لفظ ہے اور جیسے ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ. نَارٌ حَامِيَةٌ﴾ اور جیسے ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ. النَّجْمُ الثَّاقِبُ. وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ یہاں ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ﴾ نہیں ہے۔ پہلی قسم کے تلفظ میں اللہ تعالیٰ تفصیل بتاتا ہے جس طرح مذکورہ آیت میں بتادیا ہے کہ سقر کیا چیز ہے اور دوسری قسم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ بتاتا نہیں ہے کیونکہ وہ مغیبات کی قسم ہوتی ہے جیسے: ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾۔ (احزاب آیت:۶۳)

مذکورہ بالا استشہاد میں اصلاحی صاحب کو بڑی غلطی ہوئی ہے، متشابہات کے بارے میں اصلاحی صاحب کی بنیادی غلطی وہی ہے کہ ان کا خیال ہے کہ قرآن میں کوئی آیت کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو بالکل واضح نہ ہو کیونکہ ابہام و اجمال اس کلام عربی مبین میں نہیں ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ متشابہات میں وضاحت نہیں ہے بلکہ ابہام و اجمال والتباس ہے تو اس نے متشابہات کو ایسا معنی پہنا دیا کہ متشابہات کی شکل ہی کو مسخ کرکے رکھ دیا۔ اگر اصلاحی اور ان کے احباب جمہور امت سے الگ راستہ اختیار نہ کرتے تو یہ پریشانی نہ ہوتی۔ اصلاحی صاحب نے اپنی ایک عبارت میں متکلمین پر اس طرح رد کیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ متشابہات ہوں یا محکمات، قرآن میں یہ دونوں قسمیں ممیز اور معلوم ہیں۔ یہ بات نہیں ہے، جیسا کہ بعض متکلمین نے گمان کیا ہے کہ یہ دونوں غیر ممیز ہیں اور نہ یہ بات ہے کہ الفاظ کی اپنی معانی پر دلالت کوئی مشتبہ اور مشکوک چیز ہے۔ جن لوگوں نے ایسا سمجھا ہے انہوں نے بالکل غلط سمجھا ہے۔ ان میں سے پہلی بات تو صریحاً غلط ہے اور دوسری بات نہایت مبہم ہے، جو سرے سے قرآن ہی سے مایوس کر دینے والی ہے، حالانکہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے نور و برہان بنا کر اتارا ہے۔ جو باتیں

عالم غیب سے تعلق رکھنے والی ہیں، ان کے متعلق خدا نے ہماری ضرورت کی حد تک خبر دے دی ہے، اس کا جو حصہ ہم سے محجوب رکھا گیا ہے بس اس کی تاویل پردۂ خفا میں ہے۔(تدبر قرآن، ج:۱،ص:۶۳۱)

تبصرہ:

اصلاحی صاحب کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ قرآن میں محکمات اور متشابہات دونوں ممیز ہیں یعنی واضح اور معلوم اور الگ الگ انداز سے قابل فہم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محکمات واضح اور محکم ہیں اور متشابہات غیر واضح اور مبہم ناقابل فہم ہیں۔ قرآن کے الفاظ خود اس پر دال ہیں۔ باقی یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کن متکلمین نے دونوں کو غیر ممیز اور غیر معلوم کہا ہے؟ یہ قول صریحاً غلط ہے کہ محکمات کو غیر معلوم کہا جائے۔ اصلاحی صاحب کو حوالہ دینا چاہئے تھا مگر یہ بادشاہ لوگ ہیں، بغیر دلیل اور بغیر حوالہ لکھتے چلے جاتے ہیں، ہماری معلومات کی حد تک اسلامی متکلمین کا وہی موقف ہے، جو میں نے ابن کثیر کے حوالہ سے پہلے لکھ دیا ہے۔

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں کہ الفاظ قرآن کی اپنے معانی پر دلالت کوئی مشتبہ چیز نہیں ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ حروف مقطعات کا مطلب آپ کے نزدیک کس حد تک واضح غیر مشتبہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ وضاحت کریں کہ سورتوں کی ابتداء میں ان مقطعہ حروف کا مطلب کیا ہے اور ﴿یَدُ اللّٰہِ﴾ اللہ کے ہاتھ، کا معنی مراد کیا ہے؟ اور اس کی تفصیل کیا ہے؟

حروف مقطعات کے معنی اگر اصلاحی صاحب نے بتادیئے تو امت کو بڑی خوشی ہوگی اور بڑی مشکلات حل ہوجائیں گے۔ اصلاحی صاحب نے اپنی مذکورہ عبارت میں پھر اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ متشابہات کا تعلق عالم غیب سے ہے، جتنا سمجھ میں آ گیا سو آ گیا، جو نہیں آیا اس میں توقف کیا جائے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اصلاحی صاحب نے دانستہ طور پر التباس پیدا کیا ہے، کہاں عالم غیب کی مغیبات کی بات اور کہاں متشابہات کی بات؟ دونوں کو ایک کرنا بہت ہی غلط اقدام ہے۔ (جاری ہے)

حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ مدظلہ کی کراچی دفتر آمد

کراچی (مولانا قاضی احسان احمد) بزرگ عالم دین استاذ العلما حضرت مولانا غلام مصطفیٰ دامت برکاتہم العالیہ کے قائم کردہ مدرسہ زید بن ثابت کی افتتاحی تقریب مؤرخہ ۷رجولائی بروز ہفتہ منعقد ہونا طے پائی۔ جس کے مہمان خصوصی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد، استاذ العلماء شیخ طریقت، ولی کامل حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ دامت برکاتہم تھے۔ بندہ کو پروگرام میں شرکت کی دعوت ملی جسے اپنی سعادت سمجھتے ہوئے قبول کیا۔ بندہ پروگرام میں کچھ تاخیر سے پہنچا، فوراً حضرت شیخ مولانا غلام مصطفیٰ مدظلہ نے بیان کا اعلان کروادیا، بندہ نے چند غیر مربوط باتیں عرض کرکے اپنی حاضری اور اکابر کے حکم کی تکمیل کی۔ بعدازاں مہمان خانہ میں تشریف فرما حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا، حسب سابق کمال محبت و فراخدلی سے حضرت شاہ صاحب نے ملاقات کی، بندہ کو اپنے پہلو میں جگہ دے کر:

آپ نے دامن میں جگہ دے کر عزت بڑھادی میری
ورنہ انصاف سے پوچھو تو وہی خاک ہوں

کا عملی مظاہرہ کردیا۔ حضرت شاہ صاحب زید مجدہ سے پروگرام معلوم کیا، بندہ نے عرض کی کہ دفتر ختم نبوت نمائش کب تشریف آوری ہوگی؟ تو فوراً فرمایا: جب تک مجلس کے دفتر حاضری نہیں ہوگی دورۂ کراچی نامکمل رہے گا، پروگرام ترتیب دے کر آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت کے میزبان حضرت مولانا قاری محمد نعمان مدظلہ نے اطلاع دی کہ ۹رجولائی بروز پیر صبح بعد فجر کسی بھی وقت ناشتہ پر آپ کے ہاں حاضری ہوگی۔ بندہ نے فوراً خدمت قبول کی اور بھائی سید انوار الحسن شاہ صاحب کو مطلع کیا۔ چنانچہ ۹رجولائی کی خوشگوار صبح نور و برکات لے کر طلوع ہوئی، دفتر ختم نبوت انوار و برکات سے منور محسوس ہورہا تھا۔ حضرت تشریف لائے۔ بندہ ناکارہ، محمد انور رانا، سید انوار الحسن شاہ، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے بھرپور استقبال کیا۔ خدام ختم نبوت حافظ محمد شفیق، حافظ محمد اکرم، وارث علی، سیف اللہ اور حبیب اللہ و دیگر نے بزرگوں کا خوب اکرام کیا۔

بھائی محمد صابر خان، سید محمد شاہ کی نگرانی میں بہت احسن انداز میں دسترخوان چنا گیا، الحمدللہ! ناشتہ سے قبل حضرت شاہ صاحب نے بہت ہی علمی، اصلاحی اور ادبی مجلس قائم رکھی، جس میں حضرت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا شائع کردہ رسالہ، ''شعور ختم نبوت''، ''دکانِ عشق'' کا خوب مطالعہ کیا۔ اکابر علماء کرام کا ذکر خیر دیر تک چلتا رہا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کی دینی، علمی، تحریری خدمات کا تذکرہ ہوا اور ان کے علمی کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے امام شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کا بہت ہی مزے لے لے کر حضرت شاہ صاحب نے دم بھرا اور خوب رقت طاری ہوئی، چہرہ حضرت کے ذکر سے سرخ ہوا، آنکھیں نم ہوئیں، ان کی جدائی نے صدمہ تازہ کیا، بہرکیف! ایک بہت عمدہ نشست قائم ہوئی، احباب کو اپنی دعاؤں سے نوازا، یوں یہ مجلس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی، رب کریم اکابر کے آنے کو ہمارے لئے اور تحفظ ختم نبوت کے مشن کے لئے انتہائی خیر و خوبی کا ذریعہ بنائے، آمین!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے وفد کا دورہ سندھ

کراچی (مولانا حافظ محمد کلیم اللہ نعمان)

الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام ملک کے گوشہ گوشہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی آواز بلند کی جاتی ہے تاکہ مسلمانوں کے عقیدہ اور ایمان کی سلامتی ممکن ہوسکے، اس مقصد کے تحت کراچی سے ایک وفد ۱۳؍جولائی کو بعد فجر اندرون سندھ جمعہ کے بیانات کے لئے روانہ ہوا۔ وفد میں کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن، مولانا محمد کلیم اللہ نعمان، حافظ عبدالوہاب پشاوری، مولانا محمد جنید، مولانا احمد اور حافظ محمد شفیق شامل تھے۔ تقریباً بارہ بجے میرپور ساکور ضلع ٹھٹھہ پہنچے، جہاں مولانا رحمت اللہ اور ان کے رفقاء نے وفد کا بھرپور استقبال کیا اور حال احوال کے بعد انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے تشکیلات کا سلسلہ شروع ہوا۔

مولانا محمد کلیم اللہ نعمان کی تشکیل رحمانیہ مسجد احمد بلوچ کلمتی گوٹھ میں ہوئی، اس گوٹھ میں اس مسجد کے دامن میں اللہ تعالیٰ کے ایک نیک ولی حضرت اقدس مولانا محمد عبدالقیوم سندھی دامت برکاتہم العالیہ قیام فرما ہیں۔ وفد نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ملاقات و مصافحہ کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مولانا عبدالقیوم نے وفد کا خیر مقدم کیا اور خوب دعاؤں سے نوازا۔

حافظ عبدالوہاب پشاوری کی تشکیل بی بی زینب مسجد سومار ہوٹل ہوئی، مولانا محمد جنید کی تشکیل مرکزی جامع مسجد غلام اللہ شہر غلام اللہ میں جبکہ مولانا عبدالحئی مطمئن کی تشکیل مدینہ مسجد ورشہر میں ہوئی۔

حافظ عبدالوہاب پشاوری نے جمعہ کا بیان کرتے ہوئے کہا کہ علماء امت نے فتنہ قادیانیت کا دنیا بھر میں تعاقب کرکے اسے بے نقاب کردیا ہے۔ مولانا جنید نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں، اس عقیدے کو اتنا مضبوط کرلیں کہ نیند میں بھی جب کسی مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کی خبر ملے تو وہ اس حال میں بھی اس بات کا کھل کر اعلان کرے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کسی نے بھی دعویٰ نبوت کیا تو وہ جھوٹا دعویٰ ہے۔

مولانا محمد کلیم اللہ نے کہا کہ تمام امت مسلمہ کے علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ قادیانیوں کی تمام مصنوعات خصوصاً شیزان کمپنی کی تمام اشیاء کھانا پینا اور قادیانیوں سے لینا دینا سب حرام ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی غیرت ایمانی کا تقاضا ہے کہ مسلمان شیزان کمپنی اور دیگر قادیانی اشیاء کا بائیکاٹ کریں۔ بیان کے بعد حضرت مولانا عبدالقیوم سندھی نے خود بھی سندھی زبان میں عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق سیر حاصل گفتگو فرمائی اور شیزان سے متعلق فرمایا کہ جیسے دیمک لکڑی کو کھا جاتا ہے۔ اسی طرح قادیانی مصنوعات مسلمانوں کے ایمان کی عمارت کے لئے دیمک کی طرح ہیں۔

مولانا عبدالحئی مطمئن نے کہا کہ ہم قادیانیوں کو کھلی دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس فتنہ کے چنگل سے نکلیں اور اسلام کے دامن میں پناہ لے کر اپنی اخروی کامیابی کا سامان کریں۔

تقریباً ۴ بجے وفد کے تمام حضرات سائیں مولانا عبدالقیوم سندھی کی بیٹھک پر پہنچے، حضرت مولانا سائیں عبدالقیوم نے اپنی تاریخ بتاتے ہوئے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں مولانا شمس الحق افغانی اور مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ تھے۔ مولانا شمس الحق افغانیؒ نے مجھے اپنا خاص شاگرد بنایا ہوا تھا اور حضرت مجھ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے اور حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا بھی میں خادم رہا، مفتی تقی عثمانی صاحب اور مفتی رفیع عثمانی صاحب میرے تکرار کے ساتھی ہیں۔ اس دیہات میں جب میں مدرسہ پڑھ کر آیا تو ایک بندہ بھی ہمارے اپنے مسلک کا نہ تھا، نمازوں سے دور، اعمال کو جانتا ہی نہیں تھا، جب میں یہاں آیا تو ہمارے اس گوٹھ کے افراد مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھتے، چونکہ ہماری سندھی قوم میں ہندوؤں کا مذہب رہ چکا تھا، صرف نام کے تو مسلمان تھے لیکن نماز وعقیدہ وغیرہ سے متعلق کچھ علم نہ تھا، بس ایسا تھا کہ میں اس بستی کا پہلا عالم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے کام لیا اور اب الحمدللہ! اکثر افراد اعمال میں جڑتے ہیں، اب میری عمر تقریباً پچانوے سال ہوگئی ہے، بہت کچھ اس دنیا میں دیکھا، عرصہ دراز سے اسی تخت میں رہتا ہوں۔ مقامی دوستوں میں کلیم اللہ سندھی جو کہ حضرت کے نواسے اور اس مسجد رحمانیہ کے امام ہیں، بتاتے ہیں کہ حضرت سے جس کو بھی ملنا ہو وہ یہیں آتا ہے اور دعائیں لیتا ہے۔ مرد، عورت، جوان، بچہ ہر طبقہ ان کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے۔

کراچی روانگی کے وقت حضرت سے اجازت چاہی تو فرمانے لگے: ہم نے کوئی کام نہ کیا، ختم نبوت کا کام وہ عظیم کام ہے کہ اس سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے، اس کام کا مطلب یہ ہے کہ آپ حضرات خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ کی آنکھیں نم ہوئیں اور ہمیں بہتے آنسوؤں میں خوب دعاؤں سے نوازتے ہوئے رخصت کیا۔

اللہ پاک حضرت کو خوب صحت عطا فرمائے اور ان کے جذبات کو تمام مسلمانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ بنائے، تمام خدام ختم نبوت کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین! ☆☆

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموس رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف

◆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اکابر علمائے امت کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والی بین الاقوامی جماعت اور تردید قادیانیت کے محاذ پر تمام مذہبی ودینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے ◆ جماعت کی کوششوں اور قربانیوں کی بدولت الحمدللہ! قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، امتناع قادیانیت آرڈی نینس نافذ ہوا، قادیانیت کا فتنہ روبہ زوال ہوا ◆ ملک بھر کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مجلس کے زیراہتمام ۳۰ مراکز ومساجد، ۴۰ مبلغین جبکہ ۱۲ سے زائد دینی مدارس ومکتب خدمات سرانجام دے رہے ہیں ◆ مجلس کے شعبہ تصنیف وتالیف سے ردِقادیانیت کے موضوع پر اکابرین امت کی بیسیوں ضخیم اور معرکۃ الآرا کتب طبع ہو چکی ہیں ◆ عربی، اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں مفت لٹریچر کی تقسیم ◆ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کے ذریعہ قادیانیت کا محاسبہ ◆ اعلیٰ عدالتوں میں قادیانیت کا تعاقب ◆ مدرسہ عربیہ مسلم کالونی چناب نگر میں دارالمبلغین اور سالانہ ردِقادیانیت کورس ◆ پورے ملک میں ختم نبوت کانفرنسز، سیمینارز، کوئز پروگرام، تربیتی کورسز کے ذریعہ قادیانی دجل کا محاسبہ ◆ مفت ختم نبوت خط وکتابت کورس ◆ انٹرنیٹ، سی ڈیز اور سوشل میڈیا کے ذریعہ ابلاغ ختم نبوت اور تردید مرزائیت۔

اس کام میں مخیّر دوستوں اور دردمندانِ ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں

ترسیلِ زر کا پتہ

مرکزی دفتر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: 061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 021-32780337, 021-32780340

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

اپیل کنندگان:

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ